مُحبت روشنی ہے

نادیہ احمد

نادیہ احمد

محبت روگ ہے

فٹ پاتھ پہ بازار مصر کا گماں تھا۔ کپڑوں سے جھلکتے عریاں بدن۔
لہراتی بل کھاتی وہ حوا کی بیٹیاں اپنی اداؤں سے گاہکوں کو ترغیب دے رہی تھیں۔
حسن کے بازار میں بولیاں لگ رہی تھیں۔ کیا حشر برپا تھا۔ یہاں رنگ و نسل کی تمیز نہیں تھی بس ہوس ہر شے پہ حاوی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف ٹیکسیوں کی لمبی قطاریں تھیں۔ سروس لین میں گاڑیاں رینگ رہی تھیں۔ گاڑیوں کے شیشوں سے سر نکالے کچھ لوگ حریص نظروں سے ان عورتوں کو دیکھ رہے تھے۔ بات بن جاتی تو وہ اسے اپنے ساتھ بٹھا لیتے تھے۔ رات کے دس بجے شہر کی ان سڑکوں پہ رات جوان تھی۔
یہ اس شہر کا ریڈ لائٹ علاقہ نہیں' بلکہ مشہور کاروباری مرکز تھا' جہاں دن کی روشنی میں لاکھوں کروڑوں کا کاروبار ہوتا تھا۔ سڑک پہ ٹریفک جام اور سب وے اسٹیشن پہ لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ مگر رات کو اس سڑک پہ بنے چند مشہور کلبوں میں زندگی کی ایک اور جھلک دیکھنے کو ملتی تھی۔
یہاں پہ زیادہ تر وہ لڑکیاں تھیں جو دن میں چھوٹی موٹی نوکریاں کرتی تھیں اور رات میں یا ویک اینڈ پہ اچھے ٹائم پاس کی غرض سے اور کچھ اضافی پیسے کمانے کی لالچ میں یہاں موجود ہوتی تھیں۔ دبئی سنگل کمیونٹی کے لیے مشہور بھی ہے اور بدنام بھی' لڑکیاں اپنی معمولی سی تنخواہ سے اپنے خواب پورے کرنا تو دور کی بات وہ اس ہائی لائف دبئی کو چھونے کا سوچ بھی نہیں سکتیں' جو اس شہر کی سب سے بڑی کشش ہے۔ ایسے میں اگر کلب میں لڑکیوں کا داخلہ اور مفت ڈرنک کی آفر سے فائدہ اٹھایا جائے تو کیا برا ہے۔
اسے اس شہر میں رہتے دو سال ہو چکے تھے اور اس ہوٹل کو وہ دن میں دو بار دیکھتی تھی۔ یہ پہلی بار تھا کہ وہ اس عالیشان عمارت کو اندر سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بلڈنگ باہر سے بھی قابل ستائش تھی' لیکن اسے اندازہ نہیں تھا یہ اندر سے اتنا عالیشان ہوگا۔ بلاشبہ یہ آرکٹیکچر کا نادر نمونہ تھا۔ وہ عمارت جتنی شان دار



باہر سے نظر آتی تھی اس کا انٹیریر اس سے زیادہ مبہوت کر دینے والا تھا۔ لابی میں اس وقت کافی لوگ تھے جو اسے سرسری نگاہ سے دیکھ کر آگے چلے گئے' کلب میں داخل ہوتے وقت اس کا دل پتے کی طرح کانپ رہا تھا' اگر اس وقت وہ مجبور نہ ہوتی تو کبھی اس جگہ قدم نہ دھرتی۔ قیمتی ٹائل فلور پر دھیمے قدموں سے چلتی وہ اس ہوٹل سے ملحقہ کلب میں داخل ہو گئی تھی۔ اندر کا ماحول اس کی سوچ سے زیادہ آزاد تھا۔

اس کی نظریں لوگوں کے ہجوم میں سحرش کا تعاقب کر رہی تھیں اور پھر وہ اسے ڈانس فلور پہ نظر آ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھی تھی۔ گھٹنے سے اونچا رائل بلیو سلیولیس لباس اور چہرے پہ انتہائی ڈارک میک اپ کیے سحرش پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اس کی طرف آئی تھی۔

"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ اب اگر کلب آ ہی رہی تھیں تو کچھ حالت بھی سنوار لیتیں۔" اسے لے کر کلب سے باہر جاتے ہوئے سحرش نے تمسخر سے کہا۔

سیاہ ٹاپ اور بلیک جینز میں سر پر اسکارف اوڑھے وہ اس ماحول میں پوری طرح مس فٹ تھی۔

"کیا خرابی ہے میرے حلیے میں سحرش؟" وہ اس کے مذاق اڑانے پہ کچھ شرمندہ ہو کر بولی تھی۔

سحرش اس کی کسی بھی بات کا جواب دیے بغیر تیز قدم اٹھاتی چلتی جا رہی تھی۔ اس کا رخ ریسٹ روم کی طرف تھا۔

"اب چونکہ کچھ وقت تمہیں یہاں میرے ساتھ گزارنا ہے تو پلیز یہ اسکارف اتار دو۔" اس کے سر سے اسکارف کھینچ کر اتارتے ہوئے اس نے کلپ میں جکڑے اس کے لمبے سیاہ بالوں کو کھول دیا تھا۔ اپنے پرس سے ایک لپ اسٹک نکال کر اس نے زبردستی اس گہری سرخ لپ اسٹک سے اس کے ہونٹوں کو رنگ دیا تھا۔

"میں نہیں کرتی میک اپ اور پلیز میرا اسکارف واپس کرو' مجھے الجھن ہو رہی ہے۔" اس کی حرکتوں پہ اپ سیٹ ہوتی وہ اپنے بال باندھنے لگی تھی۔

"دیکھو اگر تمہیں میرے ساتھ یہاں کچھ دیر رہنا ہے تو اپنا حلیہ میرے مطابق کرنا ہوگا' اب تمہاری بدولت میں اپنے فرینڈز کے سامنے شرمندہ نہیں ہو سکتی۔" اس کے دو ٹوک لہجے پہ لب کاٹتے اس نے بالوں کو کھلا چھوڑ دیا۔

"وجی کب تک آئے گا؟" وہ واپس کلب کی طرف جاتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"بس آتا ہی ہوگا' ابھی اتنا وقت نہیں ہوا۔" سحرش نے لاپروائی سے کہا۔

کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ اسے ایک بار اسٹول پہ بیٹھنے کا کہہ کر دوبارہ ڈانس فلور پہ چلی گئی تھی۔

بے دلی سے وہ کلب میں بیٹھی ہوئی تھی جہاں رات کے اس پہر میلے کا سماں تھا۔ تیز آواز میں کانوں کو چیرتا میوزک اور لوگوں کا ہجوم۔ اسے وہاں بہت گھٹن ہو رہی تھی۔ یہاں لیڈیز کی نہ صرف انٹری فری تھی' بلکہ اندر انہیں ڈرنک بھی مفت سرو کیا جاتا تھا اور مردوں کو کافی مہنگی ادائیگی کرنا پڑتی تھی' اس کی وجہ خالصتاً کاروباری تھی۔ لڑکیوں کے چکر میں زیادہ سے زیادہ مرد وہاں آتے تھے۔ وہ سہمی ہوئی الگ تھلگ سی بیٹھی تھی' جب ویٹر اس کے پاس ڈرنک لے کر آئی' لیکن اس نے انکار کر دیا تھا وہ کندھے اچکا کر حیرت سے وہاں سے چلی گئی وہاں اکثر لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ تھیں۔ جو سنگل تھیں وہ اپنا پارٹنر تلاش کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ خاموشی سے اس انجان ماحول میں بیٹھی تھی۔ اسے یہ سب دیکھ کر وحشت ہو رہی تھی وہ وہاں ان فٹ تھی۔ اس شور و غوغا سے اس کے اعصاب پہ دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ بارہ بجے کے بعد میوزک کا موڈ بدل جاتا تھا۔

اب نان اسٹاپ میوزک شروع ہو چکا تھا۔ میوزک کا ٹیمپو بدلا تو لوگوں کا جوش و خروش بھی عروج پہ تھا۔ میوزک کے شور سے اس کا دماغ پھٹ رہا تھا۔ بہت دیر تک صبر سے وہ اس بے ہنگم اور بیہودہ شور کو برداشت کرتی رہی' لیکن جب اس کا ضبط ختم ہو گیا تو وہ وہاں سے اٹھ کر ایک بار پھر سحرش کے پاس تھی۔

"میں اگر مزید کچھ دیر یہاں بیٹھی تو پاگل ہو جاؤں گی۔" اس نے چلاتے ہوئے سحرش سے کہا۔

"میں چیک کرتی ہوں جمی اب تک کیوں نہیں آیا تم ایسا کرو اوپر روم میں چل کر بیٹھو تب تک میں جمی کا پتا کرتی ہوں۔" کلب سے نکل کر سحرش اسے ہوٹل روم کی طرف لے آئی تھی۔ ایک کمرے کے سامنے رک کر اس نے کارڈ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ کارڈ کو اس نے دیوار پہ لگے سوئچ میں پھنسایا تو کمرہ روشن ہو گیا۔

"تم یہاں آرام سے بیٹھو' میں ابھی آتی ہوں۔" سحرش اسے اس کمرے میں بٹھا کر واپس جا رہی تھی۔

"یہ کس کا کمرہ ہے سحرش؟" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ پائی تھی۔

"میری فرینڈ کا کمرہ ہے' آج ہی بنکاک سے آئی ہے چند دن گھومنے پھرنے' پچھلی بار آئی تھی تو ہماری اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ وہ خود اس وقت نیچے کلب میں ہے' تم بے فکر ہو کر یہاں بیٹھو میں جمی کا پتا کرتی ہوں۔" اسے مطمئن کرنے کے بعد سحرش اپنے فون پہ کوئی نمبر ملاتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

وہ خاموشی سے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ ڈرتے ڈرتے اس نے ایک اچٹتی نگاہ کمرے پر ڈالی۔ یہ کمرہ نہیں ایک سوئیٹ تھا۔ جہازی سائز بیش قیمت بیڈ اور میچنگ کاؤچ' قیمتی لیمپ سے چھلکتی دودھیا لائٹ' وہاں منی بار بھی تھا۔

اچانک لاک کھلنے کی آواز پہ اس نے گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ وہ بہت ہینڈسم اور خوش شکل تھا۔ اس کی عمر تیس اکتیس سال کے قریب تھی۔ گندمی رنگت اور پرکشش ذہین آنکھیں اس کی شخصیت کو اور بھی متاثر کن بنا رہی تھیں۔ اس کی شخصیت اتنی پرکشش تھی کہ اسے دیکھ کر کوئی بھی عشق میں گرفتار ہو سکتا تھا' لیکن وہ اسے دیکھ کر بری طرح ڈر گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

ہوٹل لابی سے پارکنگ ہال تک آتے شاید صدیاں بیت گئی تھیں۔ قدم بوجھل تھے یا وقت تھم گیا تھا' یہ راز وہ جان نہیں پایا تھا۔

آج کا پورا دن خوشگوار گزرا تھا اس لیے وہ بہترین موڈ میں تھا۔ صبح گیارہ بجے وہ لاہور آیا تھا اور پھر اس نے اپنی زندگی کی بہترین شاپنگ کی تھی اور آج ہی اس نے اپنے بزنس کی سب سے بڑی ڈیل سائن کی تھی۔

سردیوں کی پہلی بارش کے بعد اس کا موڈ اور بھی اچھا ہو گیا تھا۔ ویسے بھی کچھ عرصے سے موسموں کا تغیر اس کے دل پہ اثر انداز ہونے لگا تھا۔ اپنے امریکی دوست کو ساتھ لے کر وہ اس مقامی فائیو اسٹار ہوٹل میں آیا تھا اور اب وہ دونوں ڈنر کے بعد بہت ہی اچھے موڈ میں ہوٹل سے باہر نکل رہے تھے کہ سامنے کے منظر نے اس کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔

"نہیں ... یہ نہیں ہو سکتا۔" اس نے خود کلامی کی۔

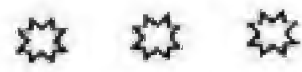
جانسن اس کی بات نہیں سمجھا تھا۔ اس نے چونک کر اپنے ساتھ کھڑے سفید فام کو دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے وقار!" اس کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر کوئی بھی سمجھ سکتا تھا کہ وہ اس وقت اپ سیٹ ہے۔

"آئی تھنک سو۔ صبح ملوں گا۔" رچرڈ جانسن کا قیام اسی ہوٹل میں تھا' اس لیے اسے لابی سے رخصت کر کے وہ اب پارکنگ کی طرف جا رہا تھا جہاں اس کا ڈرائیور انتظار کر رہا تھا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر ایک بار پھر ابھر آیا تھا۔ ڈنر ٹائم کی وجہ سے ہوٹل میں معمول کا رش تھا۔ وہ اوپر والی منزل پہ بنے ریسٹورنٹ سے نکلا تھا اس لیے شاید وہ اسے پہلے نہیں دیکھ پایا تھا۔ یا پھر وہ ابھی کچھ دیر پہلے وہاں آئی تھی۔ اس کی تیاری ہمیشہ متاثر کن ہوتی تھی لیکن وہ آج غیر معمولی حسین لگ رہی تھی۔ یوں تو اس پہ ہر رنگ جچتا تھا لیکن اس سفید لباس میں وہ کسی دیومالائی داستان کا حصہ لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں دمکتے جگنو دیکھ کر اسے اپنا دل ہاتھوں سے پھسلتا معلوم ہوتا تھا۔ وہ جب بھی اس سے ملتا اس کے

چہرے سے نظریں نہیں ہٹا پاتا تھا' اور شاید آج بھی اس کے سامنے بیٹھا اعظم مسعود اس سے آنکھیں نہیں ہٹا پا رہا تھا' اس کا نازک ہاتھ تھامے وہ اسے ایک انگوٹھی پہنا رہا تھا اور وہ جانتا تھا اس میں جڑے پتھر ہیرے ہیں۔ ایسی ہی ایک ہیروں جڑی انگوٹھی وقار نے بھی اس کے لیے خریدی تھی۔ بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے سیاہ ڈنر سوٹ کی دائیں جیب میں گیا تھا جس میں اس وقت بھی وہ مخمل کی ڈبیا رکھی تھی۔



"تمہیں ایک خوشی کی خبر سنانی تھی بیٹا!" صابرہ بہت خوش نظر آرہی تھیں۔

"جلدی بتائیں امی! مجھ سے انتظار نہیں ہو رہا ہے۔"

"آئمہ کا نام ایم بی اے کی میرٹ لسٹ میں آگیا ہے۔"

"سچ امی؟" وہ بے اختیار چیخی تو اس کی روم میٹ نے اسے غور سے دیکھا تھا۔ اسے معذرت خواہانہ نظروں سے دیکھتی وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"اگلے ہفتے داخلہ فیس جمع کروانی ہے۔ تم تو جانتی ہو نا روشنی تمہاری بہن کو اس یونیورسٹی میں داخلے کی کتنی خواہش تھی۔ اپنا نام میرٹ لسٹ میں دیکھ کر تو اس کے پاؤں زمین پہ نہیں ٹک رہے ہیں۔"

"ہاں امی! اس نے محنت بھی تو بہت کی تھی اور پھر اسے پڑھائی کا شوق بھی ہے' آپ بس جلدی سے اس کا داخلہ یونیورسٹی میں کروادیں۔" وہ آئمہ کی کامیابی پہ بہت خوش تھی۔

اس کے ابو کی کتنی خواہش تھی کہ ان کی دونوں بیٹیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں' لیکن ان کی طویل بیماری اور پھر وفات کے بعد گھر کا سارا بوجھ کم عمری میں ہی اس کے کندھوں پہ آگیا تھا۔ صابرہ خود محض آٹھویں پاس تھیں اور زندگی میں برا وقت آنے پر وہ اپنی بیٹیوں کے لیے کچھ نہیں کرپائی تھیں۔ وہ خود کو بہت بے بس محسوس کرتی تھیں۔ ان کے خاوند ایک معمولی تنخواہ دار ملازم تھے۔ ان کی وفات کے وقت روشنی ایف اے کر رہی تھی۔ وہ پڑھائی میں بہت اچھی نہیں تھی لیکن آگے پڑھنے کی خواہش رکھتی تھی۔ گھر کے حالات کی وجہ سے وہ بی اے میں داخلہ نہیں لے سکی تھی' کیونکہ اسے اپنی چھوٹی بہن اور بیوہ ماں کی ذمہ داری سنبھالنی تھی۔ اس کے والد کے ایک پرانے دوست کی وجہ سے اسے ایک پرائیوٹ کمپنی میں ٹیلیفون آپریٹر کی ملازمت مل گئی تھی۔ اگر انوار انکل کا حوالہ نہ ہوتا تو اسے یہ نوکری کبھی نہ مل پاتی' کیونکہ اس معمولی سی جاب کے لیے بھی اس سے زیادہ تعلیمی قابلیت رکھنے والے امیدواروں کی لمبی لائن تھی۔ دو سال بعد اس کی تنخواہ آٹھ سے دس ہزار ہوگئی تھی جو ان کی زندگی میں کوئی بڑا بدلاؤ نہیں لائی تھی' مگر وہ مطمئن تھی' کیونکہ اس کے گھر والے عزت کی زندگی گزار رہے تھے اور انہیں اپنے نام نہاد رشتے داروں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑتا تھا۔ روکھی سوکھی کھا کر اور موٹا جھوٹا پہن کر بھی وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتی تھی۔

آئمہ انٹر کرچکی تھی' جب روشنی کو کسی نے دبئی میں کنٹریکٹ پہ ہونے والی بھرتیوں کا بتایا۔ اس کمپنی کو ایک بہت بڑے گروپ کے دبئی میں واقع سپر اسٹورز کے لیے سیلز گرل اور سیلز بوائے چاہیے تھے۔ اسی طرز کے اسٹور اس کمپنی نے پاکستان میں بھی بنائے تھے۔ روشنی کو اس ملازمت میں دلچسپی محسوس ہوئی تھی۔ پچھلے دو سال میں اس کی شخصیت میں بہت اعتماد آچکا تھا۔ مہینے کے دس ہزار روپے کوئی اتنی بڑی رقم نہیں تھی جس پہ تین لوگ اپنی تمام عمر کی پلاننگ کر لیتے' اور پھر وہ نہیں چاہتی تھی کہ آئمہ اس کی طرح اپنی پڑھائی مکمل نہ کرپاتی۔ اس نے اس ملازمت سے متعلق تمام ضروری معلومات حاصل کرلی تھیں۔ ماہانہ تنخواہ کے ساتھ رہائش اور ٹرانسپورٹ بھی شامل تھی اور یہ ایک پرکشش پیکج تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے یہ ملازمت مل گئی تھی۔ دو سال کے کنٹریکٹ پہ دو ہزار درہم ماہانہ تنخواہ اس کی زندگی کے

کتنے مسائل حل کر سکتی تھی۔ ویزا' میڈیکل اور ٹریننگ کے ساتھ اگر وہ چاہتی تو یہ دو سال کا کنٹریکٹ ری نیو ہو سکتا تھا۔

صابرہ نے اسے منع کیا تھا' وہ اسے پردیس نہیں بھیجنا چاہتی تھیں' لیکن اس نے انہیں سمجھایا کہ دبئی کچھ معاملات میں لاہور سے زیادہ محفوظ شہر ہے۔

"تم وہاں اکیلی کیسے رہو گی؟"

"میں اکیلی تھوڑی ہوں گی امی! میرے ساتھ اور بھی بہت سی لڑکیاں ہوں گی۔"

"لیکن روشنی۔۔۔!"

"آپ کو مجھ پر اعتبار کرنا ہو گا امی!" اور بادل نخواستہ صابرہ نے اسے دبئی جانے کی اجازت دے دی تھی۔

وہ دبئی آگئی تھی۔ دو سال سے وہ ان کے لیے مشقت کر رہی تھی۔ آئمہ کینئیرڈ کالج سے بی اے کر چکی تھی اور اب ایم بی اے کرنے لگی تھی۔ بلاشبہ وہ ایک ذہین اسٹوڈنٹ تھی۔ اس کے ہاتھ سے لگا ننھا سا پودا ایک مضبوط درخت بننے والا تھا۔ کچھ عرصے میں وہ پھل دینے لگے گا۔ بس دو سال اور۔۔۔ پھر آئمہ کا ایم بی اے ہو جائے گا تو وہ پاکستان واپس چلی جائے گی۔ آئمہ کو تو پاکستان میں بھی بہت اچھی نوکری مل سکتی تھی اور ان دو سالوں میں اس کی امی نے بھی خوب بچت کر لی ہو گی۔ وہ تو دس ہزار میں بھی گھر بہت اچھے سے چلایا کرتی تھیں۔ اس وقت وہ تین لوگ تھے اور اب تو وہ ہر ماہ انہیں چالیس ہزار بھیجتی تھی۔ صابرہ سے باتیں کرتے وہ آنے والے اچھے وقت کے خواب دیکھنے لگی تھی۔

"روشنی! آئمہ کے داخلہ کے لیے پچاس ہزار روپے بھیج دو بیٹا!" صابرہ کی آواز سن کر وہ اپنے خواب سے باہر آئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں امی آپ؟" اسے لگا اس نے کچھ غلط سنا ہے۔

"کیا ہو گیا ہے روشنی! ابھی بتایا تو ہے تمہیں' آئمہ کی داخلہ فیس اگلے ہفتے جمع کروانی ہے' پھر اگلی فیس وہ کہہ رہی تھی چھ ماہ بعد جائے گی۔" صابرہ نے تفصیلاً بتایا۔

"امی میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں۔ میں تو اپنی تنخواہ کا بڑا حصہ آپ کو بھیج دیتی ہوں۔ میرے پاس جتنے پیسے ہوتے ہیں ان میں پورا مہینہ کس مصیبت سے گزرتا ہے' وہ میں جانتی ہوں۔"

"تمہارا وہاں خرچا ہی کتنا ہوتا ہے روشنی؟ رہائش' ٹرانسپورٹ سب تو مفت میں ملتا ہے تمہیں۔" صابرہ نے منہ بنایا۔

"دبئی بہت مہنگا شہر ہے امی! پانی بھی پیسوں سے خرید کے پینا پڑتا ہے۔" وہ دھیمی آواز میں بولی' لیکن اس نے انہیں اس رہائش کا نہیں بتایا جو آٹھ بائے دس فٹ کا ایک کمرہ تھی اور جسے وہ پانچ لڑکیوں کے ساتھ شیئر کرتی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے روشنی! ہم تمہارے بھیجے ہوئے پیسوں سے عیش کر رہے ہیں۔ اس مہنگائی کے دور میں چالیس ہزار کی اوقات ہی کیا ہے۔ گھر کا کرایہ' آئمہ کے اور میرے اخراجات کے بعد اگر کوئی مہمان آجائے تو ہزار پانچ سو تو ایسے ہی نکل جاتا ہے۔" وہ دس ہزار ماہانہ ملنے پہ دن میں دس بار شکر ادا کرنے والی اپنی ماں کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حیران رہ گئی تھی۔

"کون مہمان امی؟" اسے مہمانوں کے نام پہ بھی شاک لگا تھا۔

"کیا ہم لاوارث ہیں؟ تمہارے ابا کے اور میرے کتنے رشتے دار ہیں۔ باہر جا کر اپنوں کو بھول گئی ہو۔"

"امی! آپ ان رشتے داروں کی بات کر رہی ہیں جو ابا کی موت کے بعد اس لیے ہمارے گھر نہیں آتے تھے کہ کہیں ہم ان سے کوئی مدد نہ مانگ لیں۔"

"تم پیسے بھیج رہی ہو یا نہیں؟ اس فون کا بھی بل آتا ہے جو تمہارے بھیجے چالیس ہزار میں سے ہی ادا کرنا ہوتا ہے۔" صابرہ نے طنز سے کہا۔

"امی! میرے پاس اس وقت فقط اتنے پیسے ہیں کہ میں مہینے کے باقی دس دن دو ٹائم کھانا کھا سکوں۔ میں نے آج تک اپنی ضرورت کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا ہے اور یہاں سب میری طرح محنت

مزدوری کر کے تھوڑی سی تنخواہ میں گزارہ کرتے ہیں۔ ایسے میں کسی سے ادھار مانگ کر میں نہ خود شرمندہ ہو سکتی ہوں اور نہ انہیں شرمندہ کر سکتی ہوں۔" پختہ اور دھیمے لہجے میں اس نے بات ختم کی اور فون بند کر دیا تھا۔ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے اس نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کیے اور کمرے میں آ گئی۔ اندر اس وقت پانچ غیر ملکی لڑکیاں تھیں جن کے اپنے مسائل تھے۔ وہ ان کے سامنے کیا آنسو بہاتی۔

موبائل فون ہاتھوں میں تھامے وہ پچھلے دو گھنٹے سے گم صم بیٹھی تھی۔ ذہن دو سال پرانی گلیوں میں بھٹک رہا تھا جب وہ پہلی بار دبئی آئی تھی۔ بظاہر بہت خود اعتماد اور نڈر دکھائی دینے والی روشنی نے جب پردیس میں پہلا قدم رکھا تو اس کا دل پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ صابرہ کو دیے جانے والے سارے دلاسے وہ اس وقت بھول گئی تھی۔ وسوسے اور خوف کا سانپ پھن اٹھائے اسے ڈرا رہا تھا۔ لیکن اس کا اللہ پہ یقین اس سب پہ حاوی ہو گیا تھا۔ اس نے اتنا بڑا قدم اپنی ماں اور بہن کی بہتر زندگی کے لیے اٹھایا تھا۔

ایئرپورٹ سے کمپنی کی بس اسے اور چند دوسرے ملازمین کو لے کر ایک گنجان علاقے میں داخل ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ زیادہ تعداد مردوں کی تھی اور ان کے حلیے اور گفتگو کے انداز سے اس نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ سب مزدور طبقہ تھا۔ سڑک کے دونوں طرف اونچی عالیشان اسکائی اسکریپر عمارتیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ یہ ڈیرہ کا علاقہ تھا۔ بس اب اندرونی سڑک سے ہوتی ہوئی ایک بلڈنگ کے سامنے رک گئی تھی۔ دوسری عمارات کے برعکس یہ ایک پرانی تین منزلہ عمارت تھی۔ اس بلڈنگ کی تیسری منزل پہ واقع ایک چھوٹے سے فلیٹ میں اس کا قیام تھا جس میں ایک بیڈ روم اور ایک ہال تھا۔ کچن اور لانڈری کا انتظام بھی تھا۔ کمرے میں جابجا کھونٹیوں پہ زنانہ کپڑے لٹکے تھے اور بنک بیڈ رکھنے کے بعد وہاں چلنے پھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ اس کے علاوہ اس ایک کمرے میں مزید پانچ لڑکیاں رہتی تھیں اور باہر ہال میں بھی چھ لڑکیوں کا قیام تھا۔ اسے بعد میں پتا چلا کہ اس قسم کی رہائش کو یہاں بیڈ اسپیس کہتے ہیں۔ اس کے کمرے میں ایک انڈین، دو فلپائنی اور دو چینی نژاد لڑکیاں رہتی تھیں۔ اس بلڈنگ اور اس سے ملحقہ قومیتوں اور رنگ و نسل کے لوگوں کا ہجوم نظر آتا تھا۔ اس کے برعکس وہ سب لڑکیاں بہت بولڈ اور پر اعتماد تھیں۔

وہ سب یہاں اس سے پہلے سے رہ رہی تھیں اور ان کے پاس اپنے ملکوں سے زیادہ دبئی کی معلومات تھیں۔ شروع شروع میں اسے ان کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے میں کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے رویوں سے وہ الجھن محسوس کرتی تھی، لیکن آہستہ آہستہ اس نے خود کو وہاں کے ماحول میں ایڈجسٹ کر لیا تھا۔ اس نے ان کے طور طریقوں اور بول چال پہ کبھی اختلاف اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا اور یہی ایک واحد طریقہ تھا جو کسی بھی ملٹی کلچر سوسائٹی میں سیٹل ہونے کی پہلی اور آخری کنجی ہے۔ وہ کام میں بے تحاشا مصروف ہو گئی تھی۔ ہفتہ میں ایک چھٹی ملتی اور وہ دن اس کا لانڈری اور اگلے ہفتے کی تیاری میں گزر جاتا۔ اسی دن وہ تھوڑا بہت کھانا بھی بنا لیتی تھی۔ اس کی روم میٹس زیادہ تر ٹن فوڈ پہ انحصار کرتی تھیں جو اکثر سی فوڈ ہوتا تھا اور اسے اس کھانے سے گھن آتی تھی۔ انڈین لڑکیاں کیرالہ کی تھیں اور انہوں نے میس لگوایا ہوا تھا۔ یہاں آ کر اس نے سب سے پہلے اپنے لیے ایک موبائل فون خریدا تھا۔ یہ عیاشی نہیں ضرورت تھی اور اس کی یہ ضرورت صرف دو سو درہم میں پوری ہو گئی تھی۔ اگلے چند ماہ اس نے گھر آدھی تنخواہ بھجوائی تھی کیونکہ آدھے پیسوں سے اس کو وہ رقم واپس کرنی تھی جو کنٹریکٹ حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنی سہیلی کے والد سے قرض لی تھی۔

یہاں اسے سپرمارکیٹ کے عملے کی طرح سیاہ پینٹ اور سفید شرٹ پہننی تھی، چند لڑکیاں اسکرٹ بھی پہنتی تھیں، لیکن وہ تو خود کو پینٹ میں بھی بے آرام محسوس کرتی تھی کیونکہ اس سے پہلے وہ کبھی چادر کے بغیر گھر سے نہیں نکلی تھی۔ اسکارف اوڑھ کر وہ چادر کی

کمی کو پورا کرلیتی تھی۔ پچھلے دو سالوں میں روپے کی گھٹتی قدر نے پاکستان بھیجنے والے روپوں میں اضافہ کر دیا تھا لیکن دبئی جیسے مہنگے شہر میں روزمرہ اخراجات کے لیے اسے تھوڑی بہت رقم کی ضرورت تھی۔ اس کی ڈیوٹی بہت سخت اور شفٹوں میں ہوا کرتی تھی۔ یہاں کا موسم شدید تھا اور سال بھر گرمی ہی رہتی تھی۔ اس شہر کی ہائی لائف دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔ دکانوں پہ سجی مہنگی برانڈڈ اشیا اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی تھیں۔ اس کے ساتھ رہنے والی لڑکیاں بھی ہر ماہ کے آغاز میں اپنی تنخواہ کا بڑا حصہ اپنی فیملیز کو بھیج دیتی تھی۔ لنڈا اپنے دو بچے اپنی ماں کے پاس فلپائن چھوڑ کر آئی ہوئی تھی۔ جینی کا شوہر فلپائن سے دبئی آنے کے لیے پر تول رہا تھا۔ جوہی کو اپنے جہیز کے لیے دس لاکھ روپے چاہیے تھے ورنہ اس کی منگنی ختم ہو جاتی اور باقی کی لڑکیاں بھی ایسی ہی کسی نہ کسی مجبوری میں وہاں رہتی تھیں۔ ان کی باتیں سن کر اسے اندازہ ہوتا تھا کہ اپنے لائف اسٹائل کو بہتر بنانے کے لیے وہ کسی حد تک بھی جا سکتی تھیں۔ اس کی طرح ان کے پاس بھی بہت معمولی رقم ہی بچتی تھی لیکن پھر بھی ان کا رہن سہن روشنی سے بہت بہتر تھا۔ جتنے پیسوں میں روشنی مہینے کی گروسری کر کے اپنے کھانے کا انتظام کرتی تھی۔ اتنے پیسے تو لنڈا ایک دن میں بیوٹی پارلر میں اڑا آتی تھی۔

میٹرو کے پانچ درہم بچانے کے لیے کبھی کبھی وہ پیدل چلتی تھی ایسے میں اس کے سستے جوتوں سے اس کے پاؤں میں چھالے بن جاتے تھے۔ دو ماہ پہلے اس نے صابرہ اور آئمہ کو بہت سے تحائف بھیجے تھے، جو اس نے یہاں کی سستی دکانوں سے خریدے تھے۔ اس کی ایک ملنے والی پاکستان جا رہی تھی اسی لیے اس نے ایک ماہ اوور ٹائم کر کے اس کے ہاتھ اپنی ماں اور بہن کے لیے وہ سارا سامان بھجوایا تھا اور ایک ماہ تک وہ بغیر کسی چھٹی کے کام کرتی رہی تھی۔ اس نے پچھلے دو سال میں کبھی کسی اچھے ریسٹورنٹ سے کھانا نہیں کھایا تھا جبکہ اس کے ساتھ کام کرنے والی اکثر لڑکیاں ویک اینڈ پہ خوب انجوائے کرتی تھیں اور ان میں صرف فلپائنی اور چائنیز نہیں پاکستانی اور انڈین بھی شامل تھیں، شروع شروع میں اسے حیرت ہوتی لیکن جلد ہی وہ اس کی وجہ بھی جان گئی تھی۔ کئی بار اس نے لنڈا اور جینی کو مختلف لڑکوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ ویک اینڈ پہ اگر ان کی ڈیوٹی نہ ہوتی تو وہ پوری رات کمرے میں واپس نہیں آتی تھیں۔ اس دن وہ صبح چھ بجے اپنی ڈیوٹی ختم کر کے واپس آ رہی تھی جب اس نے لنڈا کو لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھتے دیکھا تھا۔ اس وقت اس کا لباس دیکھ کر اس کا سر شرم سے جھک گیا تھا۔

یہاں آ کر اس نے دنیا کا جو روپ دیکھا اور جن مسائل کا وہ شکار رہی ان سب کا ذکر اس نے صابرہ سے نہیں کیا تھا۔ وہ انہیں تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے تو انہیں یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ اسے کھٹملوں کے کاٹنے سے ایک بار کتنی بری الرجی ہو گئی تھی اور بخار میں بھی وہ کبھی چھٹی نہیں کر سکی تھی۔ اس کے لیے یہ اتنے بڑے مسائل نہیں تھے۔ اس نے بہت کم عمری سے محنت کرنا شروع کی تھی اور جلد ہی اس ٹف روٹین کی عادی ہو گئی تھی۔ فون کی بیل بہت دیر سے بج رہی تھی۔ اس نے اسکرین پہ نظر دوڑائی تو پاکستان کا نمبر دیکھ کر جلدی سے فون ریسیو کیا۔ شاید امی کو اپنی زیادتی کا احساس ہو گیا تھا اس لیے وہ اسے دوبارہ کال کر رہی تھیں۔ ہتھیلی سے آنکھوں کی نمی صاف کرتے اس نے سوچا اور کال ریسیو کی۔

"ہیلو آپی!" دوسری طرف آئمہ تھی۔

"ہاں آئمہ! کیسی ہو؟" اس نے اپنی چھوٹی بہن کی آواز سن کر محبت سے کہا۔

"اگر تم نے اگلے ہفتے تک میرے ایڈمیشن کے پیسے نہیں بھجوائے تو میں قسم کھا کر کہتی ہوں میں خودکشی کر لوں گی۔" وہ چیختے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"تم ہوش میں تو ہو آئمہ؟" وہ آئمہ کی بات سن کر بے تحاشا پریشان ہو گئی تھی۔

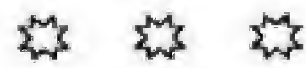
"میں اس وقت پورے ہوش و حواس میں ہوں۔

جانتی ہوں کتنے احسان کیے ہیں تم نے مجھ پر' لیکن اس وقت تم میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نہیں کھینچ سکتیں آپی۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے میں نے اس یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے لیے دن رات ایک کیا ہے اور اب جب میرا خواب پورا ہونے کا وقت آیا ہے تو تم خود کو مکھن میں سے بال کی طرح نہیں نکال سکتی ہو۔ اگر تم نے یہی سب کرنا تھا تو پھر چند سال پہلے ہی کر لیتیں۔ اس وقت لوگوں کو اپنا بڑا پن دکھا کر عظمت کا میڈل گلے میں سجالیا اور آج جب میرے مستقبل کی سمت کا تعین ہونے لگا ہے تو تم نے ہاتھ اٹھا لیے ہیں۔" آئمہ کی باتیں اس کے دل میں نشتر کی طرح لگی تھیں۔

"لیکن آئمہ! میرے پاس اس وقت اتنے پیسے نہیں ہیں۔ میں تو....." آئمہ نے اسے مزید کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

"میں یہ سب نہیں جانتی۔ مجھے اتنا پتا ہے اگر میری فیس ادا نہ ہوئی تو میرا سال ضائع ہو جائے گا اور میں یہ برداشت نہیں کر پاؤں گی۔ اس ذلت اور رسوائی سے اچھا ہے میں اپنی جان دے دوں۔ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر آئمہ نے کال ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔

اس نے شکست خوردگی سے فون اپنے سائیڈ پہ رکھا۔ آنسوؤں سے اس کا چہرہ بھیگ چکا تھا۔ کمرے میں اب کوئی نہیں تھا اس لیے وہ دل بھر کر رو سکتی تھی' لیکن اچانک باتھ روم کا دروازہ کھلا اور جینی باہر آئی۔ اس نے سرخ رنگ کا انتہائی مختصر سلیولیس لباس پہن رکھا تھا۔ اسے یاد آیا آج ویک اینڈ نائٹ ہے۔ شاید وہ کلب جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔



"دیکھنا کیسے انتظام ہوتا ہے اب پیسوں کا۔" فون رکھ کر آئمہ نے فاتحانہ نظروں سے صابرہ کی طرف دیکھا۔

"آپی کے پاس سب پیسے ہوتے ہیں امی آپ کو کیا لگتا ہے وہ اتنی اچھی ہیں کہ ساری تنخواہ ہمیں بھجوا کر اتنے سالوں سے خالی ہاتھ بیٹھی ہیں۔ آپ کو یاد نہیں' جب ایک ماہ پہلے ان کی کوئی ملنے والی پاکستان چھٹیوں پہ آئی تھی تو کتنا سامان بھجوایا تھا انہوں نے اس کے پیسے کہاں سے آئے تھے۔"

"میں بھی تو یہی حیران ہوں۔ آخر دو سال میں اس نے کیا اتنی تھوڑی بچت بھی نہ کی ہوگی کہ بہن کے داخلے کے لیے چالیس پچاس ہزار ہی بھجوا دے۔" صابرہ نے منہ بنایا۔

"آپ کو تو بات کرنا ہی نہیں آتی' دیکھنا اب دباؤ ڈالا ہے تو کیسے پیسے بھجوائیں گی۔"

آئمہ نے فریج سے ڈبہ نکال کر جوس گلاس میں انڈیلا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ چند سال پہلے ان کے گھر کے حالات مختلف تھے' لیکن اب حالات بدل چکے تھے اور ان کے مزاج بھی۔



کل رات سے وہ اپنے کمرے میں بند تھا' پچھلے کئی گھنٹوں میں اس نے بے تحاشا سگریٹ پھونک ڈالی تھی۔ سگریٹ کے ادھ جلے ٹکڑے جا بجا کارپٹ پہ بکھرے ہوئے تھے۔ نیند سے اس کے پپوٹے بھاری ہو رہے تھے۔ اس کا ذہن ماؤف ہو چکا تھا۔ وہ سونا چاہتا تھا' لیکن اس وقت صرف خود کو اذیت دے رہا تھا۔ یادیں کسی فلم کی ریل کی طرح ذہن کے پردے پہ چلتی جا رہی تھیں۔ وہ شاید اس دن بی سی کی لابی سے نکل رہا تھا جب اس نے پہلی بار اس کو دیکھا تھا۔

"ٹرسٹ می روبی! میں نے اس سے پہلے اتنا شاندار لائیو کانسرٹ نہیں دیکھا۔" زندگی سے بھرپور شوخ اور چنچل آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"میں تو خود عاطف کو فل فارم میں دیکھ کر حیران رہ گئی ہوں۔" دوسری لڑکی نے تبصرہ کیا۔

وہ دونوں شاید کوئی کانسرٹ دیکھ کر باہر نکلی تھیں۔ اس نے گھڑی کو دیکھا جہاں اس وقت بارہ بج رہے تھے۔

"عاطف کو اتنے قریب سے دیکھنا میرا کتنا بڑا خواب

تھا۔ مجھے تو اب تک یقین نہیں آرہا ہے۔"
اس بار اس نے ذرا غور سے ان دونوں کو دیکھا۔ سفید لباس میں وہ کسی راج ہنس کی طرح حسین لگ رہی تھی۔ اس کے خوب صورت کھلے بال اس کی شخصیت کو اور بھی دلکش بنا رہے تھے۔ اس کی مغرور ناک اور کاجل سے بھری آنکھیں دیکھ کر وہ نظر ہٹانا بھول گیا تھا۔
"ڈرائیور کہاں رہ گیا ہے؟" اس کے انداز میں بیزاری تھی۔
"میں کال کر کے پتا کرتی ہوں۔" دوسری لڑکی جس کا نام روبی تھا وہ اب اپنے موبائل سے کال ملا رہی تھی۔
"ہیلو بشیر! تم آئے نہیں اب تک ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"
"اچھا... کتنا وقت لگے گا۔"
"اوہو اس وقت تو کوئی ٹیکسی بھی نہیں ملے گی۔"
"چلو ہم یہیں انتظار کرتے ہیں تم جلدی آؤ۔"
"کیا ہوا؟" اس نے تجسس سے پوچھا۔
"وہ کہہ رہا ہے گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے اور اس کے پاس جیک نہیں ہے۔ گھر جا رہا تھا کسی سے لفٹ لے کر۔ آنے میں شاید گھنٹہ لگ جائے۔" اس کے چہرے پہ پریشانی تھی۔
"کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟" ان کی گفتگو سن کر وہ آگے بڑھا تھا۔ مغرور ناک والی نے ناک سکوڑ کر اسے دیکھا۔
"معاف کیجئے گا' میں آپ کی گفتگو سن چکا ہوں اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اس نے خوش اخلاقی سے آفر کی۔
"یقین جانیے میں ایک شریف آدمی ہوں اور ابھی ایک بزنس ڈنر سے فارغ ہوا ہوں۔ یہ میرا کارڈ ہے۔" اس نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔
"وقار حسن!" روبی نے با آواز بلند پڑھا' وہ ظالم حسینہ ابھی تک خاموش تھی۔
"اگر آپ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی ہیں تو میں چلتا ہوں۔" اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے قدم آگے بڑھایا۔
"ہمیں شادمان جانا ہے۔" روبی کی آواز پہ اس نے رک کر انہیں دیکھا۔ دوسری لڑکی اسے گھور رہی تھی۔
روبی نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ ہولی۔ اس نے مسکراتے ہوئے اس سنگ مرمر کے صنم کو دیکھا جو ناراض ناراض سی روبی کے ساتھ چل پڑی تھی۔ اپنی سیاہ مرسڈیز میں اس نے انہیں بحفاظت شادمان کی ایک کوٹھی کے باہر اتارا تھا۔ روبی نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا اور پھر وہ دونوں اس گھر میں داخل ہو گئی تھیں۔



اگلی بار ان سے اس کی ملاقات جیل روڈ کے میکڈونلڈ میں ہوئی تھی' جہاں وہ دونوں خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ اردگرد سے بے نیاز وہ اس وقت برگر انجوائے کر رہی تھیں۔
"ہیلو گرلز!" خوش اخلاقی سے کہتا وہ ان کی ٹیبل کے پاس کھڑا تھا۔ ان دونوں نے ہی اسے چونک کے دیکھا اور پھر روبی کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ البتہ اس کے چہرے پہ آج بھی نو لفٹ کا بورڈ لگا تھا۔
"آپ ہمیشہ اتنے غصے میں ہوتی ہیں یا مجھے دیکھ کر ایسی کیفیت بیدار ہو جاتی ہے۔" روبی کی آفر پہ وہ اب ان کے ساتھ ہی ٹیبل پہ بیٹھ چکا تھا۔
"میں اجنبیوں سے بے تکلف نہیں ہوتی۔" اس نے تکا سا جواب دیا تھا۔
"اجنبی پہلی ملاقات میں ہوتے ہیں اور ہم پہلے بھی مل چکے ہیں' لگتا ہے آپ کی یادداشت بہت بری ہے مس۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مسٹر وقار حسن! آپ کی مدد کے لیے روبی اس دن آپ کا شکریہ ادا کر چکی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔
"لیکن مدد تو میں نے آپ کی بھی کی تھی۔" دوسری

طرف ڈھٹائی کے تمام ریکارڈ ٹوٹ چکے تھے۔

"تو آپ چاہتے ہیں اس احسان کے لیے میں تاعمر آپ کی ممنون رہوں اور جہاں بھی آپ کو دیکھوں۔ کورنش بجا لاؤں۔" وہ بگڑے ہوئے تیوروں سے بولی۔

اتنی حسین آواز اور اتنا روڈ انداز۔ وہ بھی اپنی قسم کا ایک ہی تھا۔ اس بار سامنے شکست کے آثار نمایاں تھے۔ سب لڑکیوں کی طرح تعریف۔ بہرحال اس کی بھی کمزوری تھی۔

دن گزر رہے تھے اور ان دونوں کے درمیان فاصلے کم ہو رہے تھے۔ آنے والے دنوں میں ان کی ملاقاتوں میں اضافہ ہو چکا تھا۔

"وائٹ کلر تم پہ بہت اچھا لگتا ہے۔" کاٹن نیٹ کے سفید لباس میں اسے دیکھ کر اس نے سراہا۔ تم سے ملنا میری زندگی کا سب سے حسین اتفاق ہے۔ ان چند ماہ میں تمہیں بہت چاہنے لگا ہوں۔" اردگرد سے بے نیاز وہ اسے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔ "میں نے کبھی نہیں سوچا تھا میں زندگی میں کسی لڑکی سے ایسی جذباتی باتیں کروں گا لیکن میں خود پہ اپنا اختیار کھونے لگا ہوں۔ جب سے تمہیں دیکھا ہے، تمہیں جانا ہے دل میرے بس میں نہیں رہا۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا۔

"سوچا تو میں نے بھی نہیں تھا وقار! کہ کوئی اتنی آسانی سے مجھے فتح کر لے گا۔" وہ ادا سے مسکرائی تھی۔

وہ بلا کی پر اعتماد تھی۔ ذہین اور دلکش ——— وہ دل و جان سے اس پر فدا تھا۔

اس دن لانگ ڈرائیو پہ اس کا چاندی رنگ کا ہاتھ تھامے وہ بہت خوش تھا۔ "شادی کرو گی مجھ سے؟"

"ہمیں ملے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ ابھی تو ٹھیک سے ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں ہیں اور تم شادی تک پہنچ گئے ہو۔" اس نے بے نیازی سے ناک سکیڑی۔ اس کی عادت پہ وہ اور بھی وارفتہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"خیر اب اتنا تھوڑا وقت بھی نہیں ہوا ہمیں ملتے، مجھے تو لگتا ہے، میں تمہیں برسوں سے جانتا ہوں۔ اب تو دل کرتا ہے جلدی سے تم میری زندگی میں آجاؤ۔ مجھ سے اب اور صبر نہیں ہوتا ہے۔"

"لیکن اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ ابھی میری اسٹڈیز مکمل نہیں ہوئی ہیں۔

"تم شادی کے بعد بھی اپنی تعلیم مکمل کر سکتی ہو۔"

"لیکن میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی، ممی میری تعلیم کو لے کر بہت پوزیسو ہیں۔ شادی جیسی ذمہ داری اور پڑھائی میں اکٹھے مینیج نہیں کر سکتی۔ ابھی تو میں لائف کو انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔" دھیرے سے اپنا ہاتھ نکال کر وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

"شادی نہ سہی، منگنی تو کر سکتے ہیں۔" وقار نے تجویز دی۔

"اس کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

اس کی سالگرہ پہ وقار نے اسے سیاہ شیفون کا قیمتی لباس تحفے میں دیا تھا۔ اس کی خواہش کے مطابق وہ ڈریس اس نے اس کے ساتھ ڈنر پہ آتے ہوئے پہنا تھا۔ سیاہ مخمل کی ڈبیہ میں بند ایک قیمتی بریسلٹ اس کو دیتے ہوئے اس نے محبت سے اپنے سامنے بیٹھے اس ساقی کو دیکھا جو بن پلائے مدہوش کر دینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

ان کی ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ وقار کے دل میں اس کی محبت اور بھی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ محبت چیز ہی ایسی ہے یہ آکٹوپس کی طرح وجود کو جکڑ کر بے بس کر دیتی ہے پھر اس کے شکنجے سے نکلنا آسان نہیں ہوتا۔

"تم نے اپنی والدہ کو میرے بارے میں بتایا؟" وہ فون پر اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ممی ابھی لندن گئی ہوئی ہیں۔ ان کی کزن کی بیٹی کی شادی ہے ایک مہینہ تو لگ ہی جائے گا۔ آئیں گی تو انہیں تمہارے بارے میں بتاؤں گی۔"

وہ آج کل بہت خوش رہنے لگا تھا اور اس کی خوشی

اس وقت دوبالا ہو گئی تھی جب اس نے وقار کو یہ بتایا کہ وہ اپنی والدہ سے اس کے بارے میں بات کر چکی ہے اور جلد ہی وہ دونوں منگنی کرلیں گے۔ وہ ان کی اکلوتی بیٹی ہے اور انہیں اس کی خوشی ہر حال میں عزیز ہے۔ اگلے چند دن میں اس کی مصروفیت بہت بڑھ گئی تھی۔ اسے دبئی جانا تھا۔

اس کا موبائل کافی دیر سے بج رہا تھا۔ عائشہ کی کال دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے کال اٹینڈ کی۔

"آپی کیسی ہیں آپ؟" وہ اس کی بڑی بہن تھیں جو شادی کے بعد کینیڈا میں مقیم تھیں۔ ان کی شادی ان کے ماموں کے بیٹے خرم سے ہوئی تھی۔ وقار اور عائشہ کے والدین کا چند سال پہلے ایک ٹریفک حادثے میں انتقال ہو چکا تھا۔ وہ وقار سے آٹھ سال بڑی تھیں وہ ہمیشہ سے ان سے بہت اٹیچ تھا۔ ان کے والد حسن منیر کا تعلق سینٹرل پنجاب کے ایک جاگیردار گھرانے سے تھا۔ بہت تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ان کا خاندان بڑا قدامت پسند اور روایتی تھا۔ خاندانی اقدار اور حسب نسب کی آج بھی وہ مذہب کی طرح پیروی کرتے تھے۔ ان کی ذاتی کنسٹرکشن کمپنی تھی۔ وقار کی ابتدائی تعلیم کانوینٹ کی تھی' وہ بیس سال کا تھا جب ان کے والدین کی وفات ہو گئی' ان دنوں وقار امریکہ میں تھا۔ حسن منیر کی وفات کے بعد وقار' عائشہ کے اور بھی قریب آگیا تھا۔ اپنی تعلیم ختم کر کے چند سال پہلے وقار پاکستان آگیا تھا اور اب اپنے والد کی کنسٹرکشن کمپنی کو دوبارہ اسٹیبلش کر رہا تھا۔ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور عائشہ کی تو جیسے اس میں جان تھی' سال میں ایک بار وہ وقار سے ملنے ضرور آتی تھیں۔

"میں نے کنزیٰ سے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے۔" رسمی سلام دعا کے بعد وہ اسے زبیر ماموں کی بیٹی سے اس کا رشتہ طے ہونے کے متعلق بتا رہی تھیں۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپی! آپ نے مجھ سے پوچھا تک نہیں۔" وہ ان کی بات سن کے حیران رہ گیا تھا۔

"لیکن تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ تم میری پسند سے شادی کرنا چاہتے ہو۔" انہوں نے اسے چند ماہ پہلے کی بات کا حوالہ دیا۔ "ویسے بھی زبیر ماموں سے اس رشتے کی بات ممی ڈیڈی کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی۔ اور یہ تو ایک رسمی سی کارروائی ہے۔"

"پھر بھی آپ کو ایک بار مجھ سے تو پوچھنا چاہیے تھا یہ میری زندگی کا سوال ہے۔"

"ہم تو دو ماہ بعد تم دونوں کی شادی پلان کر رہے ہیں۔" وہ قدرے خائف تھیں۔ وقار نے کبھی ان کی بات کو رد نہیں کیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ ان سے اس لہجے میں بات کر رہا تھا۔ وہ اس کے رویے سے نالاں تھیں۔

"تو آپ ان کو منع کر دیں' کیونکہ میں کنزیٰ سے شادی نہیں کر سکتا۔"

"لیکن کیوں؟ آخر کیا برائی ہے کنزیٰ میں؟"

"آپی! کوئی برائی نہیں ہے بلکہ وہ تو بہت اچھی اور سمجھ دار لڑکی ہے' لیکن میں اس سے شادی نہیں کر سکتا۔"

"کیا تمہیں اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ تمہارے اس فیصلے سے میری زندگی پہ کیا اثر پڑے گا' میرے سسرال میں میری کتنی آکورڈ پوزیشن ہو جائے گی اور پھر یہ ہمارے بڑوں کا فیصلہ ہے۔"

"آپی! وہ ہمارے ماموں کی فیملی ہے اور میری کنزیٰ کے ساتھ شادی سے آپ کی ذاتی زندگی کا کیا تعلق؟ وہ لوگ آپ کو اس طرح استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔"

"ماموں کی فیملی تھی' لیکن اب وہ میرے سسرال والے ہیں اور تم اگر بڑوں کا طے کیا ہوا یہ رشتہ ختم کرو گے تو اس کے نتائج مجھے بھی تو بھگتنے ہوں گے۔"

"میری اس سے کوئی انڈراسٹینڈنگ نہیں ہے میں ایسی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا جہاں صرف بزرگوں کو خوش کرنے کے لیے اپنی ساری زندگی ایک ایسے انسان کے ساتھ گزار دوں جس کی میرے ساتھ ہم آہنگی ہی نہ ہو۔ یہ کوئی دسویں صدی نہیں ہے۔"

"تو میری شادی بھی تو ممی ڈیڈی اور ماموں نے ہی طے کی تھی' کیا میری خرم کے ساتھ انڈرسٹینڈنگ

نہیں ہے۔ کیا ہم ایک اچھی زندگی نہیں گزار رہے ہیں؟ تم نے سوچا ہے تمہارے اس طرح اس رشتے کو ختم کرنے سے خرم اور میرے درمیان کتنا اسٹریس آجائے گا۔"

"آپ ابھی خود ہی مجھے اپنی خرم بھائی کے ساتھ انڈرسٹینڈنگ کے متعلق بتا رہی تھیں اگر آپ دونوں کے درمیان انڈرسٹینڈنگ ہے تو پھر تو انہیں آپ کے ساتھ اس موضوع پہ بات کرنی ہی نہیں چاہیے۔"

"تم اتنے خود غرض کب سے ہو گئے وقار؟"

"میں اپنی زندگی اگر اپنے طریقے سے گزارنا چاہوں تو کیا یہ خود غرضی ہے؟" وہ جانتا تھا کہ اس کا رویہ عائشہ کو دکھی کر رہا ہے۔ اس نے آج تک ان کی کسی بات سے انکار نہیں کیا تھا لیکن وہ کسی صورت ان کی بات نہیں مان سکتا تھا۔ اس کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"اگر آج ممی ڈیڈی زندہ ہوتے تو تم کبھی مجھ سے اس لہجے میں بات نہ کرتے' اپنے سسرال والوں کے سامنے کتنے فخر سے میں نے تمہاری اور کنزیٰ کی شادی کے حوالے سے بات کی ہے اور اب میں کتنا شرمندہ ہوں گی ان سب کے سامنے۔" وہ اسے اب ایموشنلی بلیک میل کر رہی تھیں' وقار جانتا تھا وہ کچھ معاملات میں بہت روایتی عورت ہیں۔ وہ وقار کی زندگی میں بہت اہم تھیں اور وہ جانتا تھا کسی نہ کسی طرح وہ وقار کو اس شادی کے لیے قائل کر لیں گی۔

لیکن میں شادی کر چکا ہوں۔" وقار کے پاس جھوٹ بولنے کے سوا دوسرا کوئی آپشن نہیں تھا۔ اس جھوٹ کی صورت میں کم سے کم وہ اس متوقع شادی سے بچ گیا تھا۔ حالانکہ اسے اندازہ تھا کہ اس بات کو سن کر عائشہ کو شدید دکھ پہنچا ہو گا لیکن یہ سب وقتی ہو گا اور جب وہ اپنی محبت سے اسے ملوائے گا تو وہ بھی اس کی پسند کی داد دیں گی۔ وہ اس سے اتنی محبت کرتی ہیں کہ اسے معاف کر دیں گی۔ وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھا اور دل کے فیصلے دماغ پہ حاوی ہوتے ہیں۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے شادی کر لی ہے اور مجھے بتایا تک نہیں۔"

"میں آپ کو بتانے والا تھا بس حالات ہی کچھ ایسے ہوئے کہ مجھے شادی کرنی پڑ گئی۔" وہ جھوٹ پہ جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ جانتا تھا اس بات کے بعد کنزیٰ والا باب ختم ہو جائے گا۔ وہ ٹھیک سوچ رہا تھا' عائشہ نے اس وقت غصے سے فون بند کر دیا تھا' لیکن اب وہ اپنی چند دن پہلے کہی بات پہ بری طرح پچھتا رہا تھا۔

ماضی سے نکل کر وہ حال میں لوٹ آیا تھا۔ اس کا فون بہت دیر سے بج رہا تھا۔ بے دلی سے اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹینڈ کیا۔ آفس سے بار بار کال آرہی تھی۔

"سر! آپ کی کل دوپہر کی سیٹ کنفرم کرا دی ہے۔" اس کی سیکریٹری اسے اطلاع دے رہی تھی۔

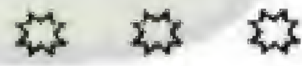
"کہاں کی سیٹ؟" اس نے غائب دماغی سے کہا اور پھر اسے یاد آیا کہ اسے کل دبئی جانا تھا۔

"مجھے ساری ڈیٹیلز ای میل کر دو میں آج اور کل آفس نہیں آؤں گا۔" اس نے کال کاٹ دی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ صحیح معنوں میں کس بات سے اپ سیٹ ہے۔ کل رات اسے مقامی ایم این اے کے اوباش بیٹے اعظم مسعود کے ساتھ دیکھ کر یا پھر اپنی بہن سے بولے اس جھوٹ کی وجہ سے۔

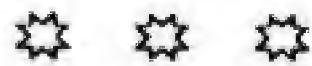
پچھلے ایک ماہ سے ان دونوں کی ملاقات نہیں ہوئی تھی' کیونکہ وہ دبئی میں تھا اور اگر پاکستان آتا بھی تو اس کی مصروفیت عروج پہ ہوتی۔ لیکن فون پہ کئی بار بات ہو چکی تھی اور کل اس سے مل کر وہ اسے زندگی کا بہترین تحفہ دینا چاہتا تھا۔ عائشہ سے اس نے جو کچھ کہا' وہ اسے پہلے ہی بتا چکا تھا اور اب بیش قیمت ہیرے کی انگوٹھی دے کر وہ اسے باقاعدہ پرپوز کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جو اس نے کل ہی خریدی تھی۔ اگلے چند دن میں وہ دونوں شادی کر لیں گے اور پھر وہ عائشہ کو بھی منا لے گا۔ وہ آفس سے رچرڈ کے ساتھ نکلا تھا اور ڈنر کے لیے اسے آواری لے آیا تھا' یہیں رچرڈ کا قیام بھی تھا لیکن جو کچھ اس نے دیکھا' اس نے صحیح معنوں میں اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی تھی۔

وہ جو پچھلے ایک سال سے اس حسن کی دیوی کے

عشق میں دیوانہ ہوا پھر رہا تھا اپنی بہن سے اتنا بڑا جھوٹ بول کر اس نے اس کا دل دکھایا تھا اور اس وقت وہ جیب میں منگنی کی انگوٹھی ڈالے اس سے اگلے چند دن میں شادی کے پروگرام بنا رہا تھا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے احسان مسعود کے بد دماغ اور کرپٹ بیٹے اعظم مسعود کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اسسٹنٹ کمشنر اعظم مسعود کو وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کی پوسٹنگ آج کل وقار کے آبائی علاقے میں تھی اور چند بار اس سے ملاقات بھی ہو چکی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اعظم کتنا بڑا فلرٹ ہے اور اس کے چند معاشقوں کی خبر تو وقار کو بھی تھی۔ اعظم کے ساتھ بیٹھے اس کی آنکھوں میں وہی چمک اور وارفتگی تھی جو کبھی وہ اپنے لیے دیکھتا تھا۔ اس کا نازک ہاتھ اس وقت اعظم کے ہاتھ میں تھا اور وہ اسے بہت محبت سے ایک بیش قیمت انگوٹھی پہنا رہا تھا۔ یہ لس کبھی وقار کا نصیب تھا۔ اس سے پہلے کوئی رات وقار پہ اتنی بھاری نہیں گزری تھی۔



اس نے کئی بار ثمینہ کے پرانے نمبر پہ رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی اس امید کے ساتھ کہ شاید وہ اس بار بھی اس کی کچھ مالی مدد کر دے، حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اس کے لیے اس بار رقم کی ادائیگی آسان نہیں ہو گی، لیکن پھر بھی وہ اوور ٹائم کر کے اس کو روپے واپس کر دیتی لیکن اس کی بات نہ ہو سکی تھی۔ اور پھر اچانک اسے سحرش کا خیال آیا۔ اس نے جلدی سے اپنا موبائل فون اٹھایا اور اس کے نمبر پہ کال ملانے گئی۔ تیسری بیل پہ اس کی کال اٹھالی گئی تھی۔



صبح کے دس بج چکے تھے، فلائٹ کی اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی۔ اپنا بیگ اٹھائے اب وہ ایروبرج کی طرف جا رہا تھا۔ وہ ذہنی طور پہ کافی ڈسٹرب تھا۔ اس مسئلہ کو کس طرح حل کرے۔ کیا وہ عائشہ کو بتا دے کہ اس نے اس سے جھوٹ کہا تھا۔ کم سے کم سچ بول کر وہ اپنی بہن کی ناراضی ختم کر سکتا تھا جس نے پچھلے پورے ایک ہفتے سے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ لیکن اگر عائشہ نے یہ سب جان کر شادی کرنے کی بات دوبارہ شروع کر دی پھر وہ کیا کرے گا؟

ان حالات میں وہ شادی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ شاید اسے کچھ وقت خاموشی سے گزارنا چاہیے۔ دبئی سے واپسی پہ وہ خود جا کر عائشہ کو سب کچھ بتا دے گا اور اس سے ریکویسٹ کرے تاکہ وہ اسے شادی کے لیے فی الحال مجبور مت کرے۔ تمام راستہ وہ یہی سوچتا رہا تھا۔ ایئرپورٹ سے اس نے ہمیشہ کی طرح گاڑی پک کی اور اب اس کا رخ ہوٹل حیات گیلیریا کی طرف تھا۔ دبئی اس کے لیے اجنبی شہر نہ تھا بلکہ شاید یہ اس کے لیے سیکنڈ ہوم کی حیثیت رکھتا تھا۔ آج وقار دبئی پہنچ گیا تھا جہاں کل شیخ زائد روڈ پہ بنے ان کے دفتر میں وہ معاہدہ دستخط ہونا تھا۔ کپڑے بدل کر وہ سونے کے لیے لیٹ گیا تھا جب اس کے فون پہ عائشہ کی کال آئی۔

"تم نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے وکی!" رسمی سلام دعا کے بعد وہ اب اس سے کہہ رہی تھیں۔

"آپی! میں شرمندہ ہوں۔" وہ مزید کچھ نہیں کہہ پایا تھا۔

"تم جانتے ہو میں نے تمہیں بھائی نہیں بیٹا سمجھا ہے، ممی ڈیڈی کی وفات کے بعد میں یہ اپنا حق سمجھتی تھی کہ تمہاری شادی میں خود کرتی لیکن تم نے مجھ سے یہ حق چھین کر ثابت کر دیا ہے کہ تمہاری نظر میں میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔" وہ بہت اپ سیٹ تھیں۔

"آپی پلیز! ایسے مت کہیں۔ آپ میرے لیے کیا اہمیت رکھتی ہیں یہ آپ بھی جانتی ہیں میں آپ کو تکلیف پہنچانے کا تو سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور مجھے آپ کو کچھ بتانا تھا۔" وہ ان کی آواز سن کر مزید ڈسٹرب ہو گیا تھا اور ان سے کہنے ہی والا تھا کہ اس نے سب کچھ جھوٹ کہا ہے، لیکن اس سے پہلے عائشہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"چھوڑو یہ سب باتیں۔ میں نے تمہیں یہ جتانے کے لیے فون کیا ہے کہ مجھے تم سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔ میری زبیر ماموں اور خرم سے بات ہو گئی ہے اور ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ ہمیں تمہاری خوشی میں خوش ہونا چاہیے اور پھر شاید اسی میں اللہ کی بہتری ہو۔ زبردستی کے رشتے دیرپا نہیں ہوتے ہیں۔ حالانکہ کنزیٰ بہت اپ سیٹ ہے، لیکن میں نے اس سے بھی معافی مانگ لی ہے۔ بس اب میں جلد سے جلد پاکستان آکر تمہاری بیوی سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس مہینے کے آخر میں میرا ارادہ ہے پاکستان آنے کا۔ سحر اور اسامہ کا ونٹر بریک بھی شروع ہونے والا ہے اور پھر تمہارا ولیمہ بھی کرلیں گے۔"

انہوں نے اپنے دونوں بچوں کے نام لیے۔ وہ ان کی بات سن کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ عائشہ اس سے ناراض رہ ہی نہیں سکتیں اور وہ جلد اسے فون کریں گی اسی لیے اس نے فوری شادی کا فیصلہ کیا تھا، لیکن اب حالات بدل چکے تھے۔ اس کا جھوٹ بری طرح اس کے گلے پڑ گیا تھا۔ ان کو اپنی شادی کی جھوٹی خبر سنا کر دو دن بعد اس نے اپنی بات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک قیمتی انگوٹھی بھی خریدی تھی۔ وہ اس کی والدہ سے مل کر انہیں اس رشتے کے لیے راضی کرلے گا اور پھر جلد ہی اس سے شادی کرلے گا۔ سب پلاننگ کرکے وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا، لیکن یہاں تو بازی ہی پلٹ گئی تھی۔ عائشہ اسے معاف کرکے اس کی وہ شادی قبول کر چکی تھیں جو ابھی ہوئی نہیں تھی اور اب وہ اس کی اس بیوی سے ملنے آرہی تھیں جس کا وجود بھی نہیں تھا۔ وہ سر پکڑ کر نہ بیٹھتا تو اور کیا کرتا۔



"ہیلو سحرش! میں روشنی بول رہی ہوں۔" فون پہ اس کی آواز سن کر وہ فوراً" بولی تھی۔

"روشنی۔۔۔ ارے ہاں روشنی بولو، سب ٹھیک تو ہے؟ مجھے تو یقین نہیں آرہا کہ تم نے مجھے کال کیا ہے۔" سحرش کی آواز میں حیرت اور بے یقینی کا ملا جلا تاثر تھا۔

سحرش روشنی کے ساتھ اسی سپر مارکیٹ میں کام کرتی تھی، اس کا تعلق بھی پاکستان سے تھا اور وہ روشنی سے سینیر تھی۔ روشنی کی اس کے ساتھ معمول کی بات چیت تو تھی، لیکن دوستی ہرگز نہیں تھی اور اس کی بنیادی وجہ اس کا وہی لائف اسٹائل تھا جو جینی اور لنڈا کا تھا۔ روشنی کو وہ ان دونوں سے زیادہ بری لگتی تھی اور اس کا برملا اظہار وہ کئی بار باتوں باتوں میں کرچکی تھی۔ جینی اور لنڈا کو نہ مذہب روکتا تھا نہ تہذیب، لیکن سحرش اس حدود سے مستثنیٰ نہیں تھی۔ وہ چاہ کر بھی سحرش سے اپنی ناپسندیدگی چھپا نہیں پائی تھی اور اس دن کے بعد تو اس کی فیلنگز کھل کر اس کے سامنے آگئی تھیں، جب روشنی نے سحرش کے ڈنر کی آفر کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا تھا کہ وہ حرام پیسے سے خریدا ہوا کھانا نہیں کھا سکتی۔

"سحرش! میں اس وقت بہت پریشانی میں ہوں اور مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" دھیمی آواز میں اس نے کہا۔

"یہ تو میری خوش نصیبی ہے، جو روشنی نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میں اس کی کوئی مدد کرسکوں۔" اس کے لہجے کی کاٹ کو نظر انداز کرتے روشنی نے اپنا مدعا بیان کیا۔

"سحرش! مجھے پچاس ہزار روپے کی اشد ضرورت ہے اور صرف تم ہی ہو جو اس وقت میری مدد کرسکتی ہو۔" اس کی بے بسی پہ ایک قہقہہ لگاتے سحرش نے اس کی شرمندگی میں مزید اضافہ کردیا تھا۔

"ڈیر روشنی، تم مجھے اپنا دوست سمجھو یا نہ سمجھو، لیکن میں نے ہمیشہ تمہیں اپنا دوست ہی سمجھا ہے اور مجھے بہت خوشی ہوگی تمہاری مدد کرکے، کم سے کم تم نے میرے حرام کے پیسے کو نہ استعمال کرنے کی اپنی قسم کو توڑا۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"سحرش! یہ میری بہن کی زندگی کا سوال ہے۔ اس کے داخلے کے لیے مجھے اسے پچاس ہزار بھجوانے ہیں

اگر میں نے جلد سے جلد اس رقم کا بندوبست نہیں کیا تو وہ خود کشی کر لے گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں جلد سے جلد تمہارے پیسے واپس کر دوں گی۔" اس نے التجائیہ کہا۔

"واپسی کی کون بات کر رہا ہے سوئٹی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت میرے پاس تمہیں دینے کے لیے اتنے پیسے نہیں ہیں۔۔۔ تم ایسا کیوں نہیں کرتیں، آج رات کو کلب آجاؤ، جمی کی طرف میرا کچھ حساب نکلتا ہے۔ اس سے پیسے لے کر میں تمہیں دے دوں گی اور کل صبح تم اپنی بہن کو وہ پیسے ٹرانسفر کر دینا۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کے لیے مجھے کلب آنے کی کیا ضرورت ہے، میں تم سے کل پیسے لے لوں گی۔" روشنی نے قدرے تامل سے کہا۔

"میں تو آج مڈنائیٹ کے بعد فرینڈز کے ساتھ فجیرا چلی جاؤں گی۔ میرا یہ پورا ویک آف ہے تو میں نے سوچا کچھ دن آرام کر آؤں۔ اگر تم کلب نہیں آنا چاہتیں تو پھر پیسے اگلے ہفتے لے لینا۔ ہم لوگ تو کلب سے ہی آگے چلے جائیں گے۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں، نہیں۔۔۔ میں کلب آجاؤں گی۔"

وہ رات دس بجے کے قریب وہاں پہنچی تھی اور اب وہ اس کمرے میں بیٹھی تھی جہاں سحرش اسے بٹھا کر گئی تھی۔

"کون ہیں آپ اور اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں" اسے دیکھتے ساتھ وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔ روشنی کی بات پہ کسی قسم کا ردعمل ظاہر کیے بغیر وہ بہت اعتماد کے ساتھ کمرے کا دروازہ بند کرتا اس کے سامنے بیڈ پہ جا کر بیٹھ گیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ!" شائستہ اور دھیمے لہجے میں کہتا وہ مسلسل اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خوف سے کانپتے وہ واپس اسی صوفہ پہ بیٹھ گئی تھی۔ سینٹرل اے سی کمرے میں بھی اسے پسینہ آ رہا تھا۔

"آپ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔" روشنی نے خود پہ قابو پاتے اس سے پوچھا۔

"میرا نام وقار حسن ہے اور میں ایک آرکیٹیکٹ ہوں۔ کیا اتنا تعارف کافی ہے؟" اس لہجے میں کچھ تھا جو روشنی سمجھ نہ پائی۔

"ویسے یہ کمرہ میں نے بک کیا تھا۔" وہ مزید بولا۔

"لیکن سحرش تو کہہ رہی تھی، یہ کمرہ اس کی دوست کا ہے۔" اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے اس نے ہمت کر کے کہا۔

"اس لڑکی نے مجھ سے ایک ہزار درہم کمیشن لیا ہے تمہیں یہاں پہنچانے کے لیے، کیا یہ بات تم نہیں جانتیں؟" اس کی بات پہ حیران ہو کر وہ اسے بتا رہا تھا۔

"کون لڑکی؟۔۔۔ سحرش؟ وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے میرے ساتھ۔" اسے شاک لگا تھا۔

"اس نے مجھے کہا تھا کہ وہ رات گزارنے کے لیے مجھے ایک لڑکی فراہم کر سکتی ہے اور بدلے میں اسے کم سے کم ایک ہزار کمیشن چاہیے۔" وہ اسے تفصیلات بتا رہا تھا۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" روشنی ہذیانی کیفیت میں چلائی تھی۔ "میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"دیکھو اگر تمہیں کچھ زیادہ رقم چاہیے تو میں تمہیں زیادہ بھی دینے کو تیار ہوں۔" وہ شائستہ اور مہذب لہجے میں بولا تھا۔ "وہ لڑکی کہہ رہی تھی تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے، کیا میں جان سکتا ہوں تمہیں ایسی کیا مجبوری ہے؟"

اس کے نرم لہجے میں پوچھے گئے سوال پہ بہت دیر کے رکے آنسو بہہ نکلے تھے۔ وہ اس کے سامنے بیٹھی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔ وقار اسے کافی دیر تک اپنے سامنے روتے دیکھتا رہا۔ پھر بیڈ روم فریج سے پانی کی بوتل نکال کر اسے پانی دیا جو وہ ایک ہی گھونٹ میں پی گئی تھی۔ پیاس سے اس کے حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔ بے دردی سے لبوں کو کاٹتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

"مجھے اس وقت پچاس ہزار روپے کی اشد ضرورت ہے۔ اپنی بہن کے داخلے کے لیے مجھے پاکستان پیسے بھجوانے ہیں۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میری بہن اپنی جان دے دے گی۔" اور پھر مختصر لفظوں میں اس نے وقار کو اپنی کہانی سنادی تھی۔

ساری بات سننے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی۔

"تمہیں نہیں لگتا تمہارے گھر والے تمہارے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔ پچھلے کئی سالوں سے ایک لڑکی ہو کر تم انہیں سپورٹ کر رہی ہو۔ ان کی ضرورتوں کے لیے دن رات خود کو ہلکان کر رہی ہو اور وہ تمہیں ایکسپلائٹ کر رہے ہیں۔ تمہاری والدہ کا فرض بنتا تھا کہ وہ تمہاری مجبوری کو سمجھتیں اور تمہاری بہن کو سمجھاتیں' الٹا وہ اس کی بے وقوفی کا ساتھ دے رہی ہیں۔" وقار اس کی بات سن کر غیر جانب دار تبصرہ کر رہا تھا۔

"میری بہن بہت ضدی ہے ہم سب اس سے بہت پیار کرتے ہیں اور اسے پڑھنے کا بھی بہت شوق ہے۔ میں تو انٹر کے بعد آگے پڑھ نہیں پائی' لیکن اس نے دن رات محنت کی ہے۔ ایم بی اے کرنا اس کا خواب ہے' بس اسی لیے وہ اس طرح ری ایکٹ کر رہی ہے۔"

"تم فضول ان کی سائیڈ لے رہی ہو حالانکہ مجھے تو وہ لوگ بہت بے حس لگتے ہیں۔ تم کہہ رہی ہو تم پہلے ہی اپنی تمام آمدنی انہیں بھجوا دیتی ہو' فیس تو ہر چھ ماہ بعد ادا کرنی ہوگی' اگلے دو سال تم مزید پیسے کہاں سے لاؤ گی؟"

"میں اوور ٹائم کروں گی۔ چھ ماہ میں میرے پاس اتنے پیسے با آسانی ہو جائیں گے کہ میں اپنی بہن کی فیس دے پاؤں۔"

"پھر تو وہ یہ سمسٹر ڈراپ کر سکتی تھی۔"

"اس طرح اس کا سال ضائع ہو جاتا۔"

"یہ اتنا بڑا مسئلہ تو نہیں تھا۔ خیر میں تمہیں پچاس ہزار روپے دینے کو تیار ہوں۔"

"آپ پچاس ہزار تو کیا پچاس لاکھ بھی دیں تو میں آپ کے ساتھ یہاں رات نہیں گزار سکتی۔"

"میرا تمہارے ساتھ رات گزارنے کا ارادہ بھی نہیں ہے۔" اس کی بات سن کر روشنی نے شرمندگی سے سر جھکا لیا تھا۔ اس نے اگلی بات نرمی سے کہی۔

"میں تمہیں یہ پیسے ادھار دے رہا ہوں۔ جب ہوں مجھے واپس کر دینا۔"

"لیکن میں کیسے آپ سے ادھار لے لوں میں تو آپ کو جانتی بھی نہیں ہوں اور اگر واپس نہ لوٹا پائی۔"

"تو مت واپس کرنا۔ میں شکایت نہیں کروں گا۔"

"یہ بہت بڑی رقم ہے۔ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے میری بات سنی اور مجھے گناہ میں ملوث نہیں کیا۔ آپ کا مجھ پر احسان ہے' لیکن میں آپ سے مالی معاونت نہیں چاہتی ہوں۔"

"میں نے تمہیں یہاں کسی گناہ کے ارادے سے بلایا بھی نہیں تھا روشنی' میرے اپنے چند مسائل ہیں جو میری زندگی کو بری طرح الجھا رہے ہیں۔ میں عورتوں کی عزت کا خریدار نہیں ہوں بلکہ ایک شریف انسان ہوں' اس کمرے میں کسی لڑکی کو بلانے کا مقصد عیاشی نہیں بلکہ مجبوری سے جڑا ہے۔ اگر تم چاہو تو میری مدد کر کے مجھے اس پریشانی سے نکال سکتی ہو۔" وہ بہت الجھا ہوا لگ رہا تھا۔

"آپ کو ایسی کیا پریشانی ہے۔" روشنی کو اب اس شخص سے خوف نہیں آرہا تھا۔ اس لمحے وہ اسے بہت مایوس اور بکھرا ہوا لگا تھا۔

"میں نے اپنی بہن سے جھوٹ بولا تھا کہ میں شادی کر چکا ہوں اور اس ماہ کے آخر میں وہ اپنے بچوں کے ساتھ میری بیوی سے ملنے آرہی ہے۔"

"آپ نے ان سے یہ جھوٹ کیوں بولا؟"

"بس سچویشن ہی کچھ ایسی ہو گئی تھی۔"

"تو اب آپ ان کو سچ بتا دیں۔"

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے اگر تم چاہو تو میری ایک مدد کر سکتی ہو۔ تمہیں میرے ساتھ میرے گھر چند دن میری بیوی بن کے رہنا ہوگا۔"

"جی.... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"تمہیں پاکستان میں میری بہن کے سامنے میری بیوی بننے کا ڈرامہ کرنا ہو گا۔ میں ایک شریف آدمی ہوں اور تم وہاں اتنی ہی محفوظ رہو گی جتنی اس وقت میرے ساتھ ہو۔ میں اس وقت ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں اور میری مدد کر کے تم مجھے اس مشکل سے نکال سکتی ہو۔ وہ بھی پندرہ بیس دن سے زیادہ نہیں رکتی' وہ جیسے ہی جائے تم واپس آجانا۔ تمہیں آنے جانے کا ٹکٹ بھی میں ہی دوں گا۔"

"لیکن اس کے بعد آپ ان سے کیا کہیں گے' وہ پوچھیں گی نہیں آپ کی بیوی کہاں گئی۔"

"کچھ عرصے بعد کہہ دوں گا رشتہ ختم ہو گیا' لیکن فی الوقت میں اسے کچھ نہیں بتا سکتا۔ مجھے اپنے اس جھوٹ کو نبھانا ہی پڑے گا۔ کیا تم میری مدد کرو گی؟"

وہ اس کی بات کسی صورت نہیں مان سکتی تھی۔ یہ بندہ جو ابھی کچھ دیر پہلے اس کا خریدار ہونے کا دعوا کر رہا تھا' اچانک اسے اپنے گھر میں بیوی بنا کر رکھنے کی بات کر رہا ہے۔ اسے خاموش دیکھ کر وقار جیسے اس کی دلی کیفیت سمجھ چکا تھا۔

"میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا' اگر تمہارا دل نہیں مانتا تو اس بات کو جانے دو اور یہ پیسے رکھ لو۔ میں جانتا ہوں تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے' جب ہوں واپس کر دینا۔" اس نے زبردستی اسے پیسے پکڑاتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھ پہ اتنی بڑی رقم کا اعتبار کر رہے ہیں۔ اگر میں بھاگ گئی تو۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"تھوڑے سے پیسے ضائع ہو جائیں گے' کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ تو چند نوٹ ہیں یہاں تو لوگ جذبوں کا خون کر ڈالتے ہیں۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تم اس بارے میں مت سوچو میں بندہ دیکھ کے بات کرتا ہوں اور پھر یہاں میرے بہت سے لوگ ہیں۔ تم بھاگ گئیں تو میرے لیے تمہیں لوکیٹ کرنا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔" بہت پرسکون انداز میں وہ اب

مسکراتے ہوئے اسے بتا رہا تھا۔

"میری ایک ماہ کی چھٹی باقی ہے امی نے منع کر دیا تھا کہ خواہ مخواہ خرچا ہو جائے گا۔ اس لیے پاکستان نہیں جا سکی۔ میں اگر اپلائی کروں تو ایک ہفتے تک مجھے چھٹی مل جائے گی۔" اس کی زبان سے بے اختیار نکلا تھا۔ یہ شخص اس کا محسن تھا' اسے نہ جانتے ہوئے بھی اس کی مدد کر رہا تھا اور پھر وہ کہہ رہا ہے' وہ یہ سب اپنی بہن کی وجہ سے کر رہا ہے۔ اسے وقار کی مدد کرنی چاہیے۔ اس نے ایک دم فیصلہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر میں تمہارے ٹریول کی ڈیٹ کچھ دن میں کنفرم کر دوں گا۔ میرا آدمی یہاں تمہارے سفر کا انتظام کر دے گا۔" روشنی کی بات سن کر اسے حیرت ہوئی تھی' لیکن خود پہ قابو پاتے اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"چلو' میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں۔" وہ بیڈ سے اٹھ کر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

"نہیں' میں خود چلی جاؤں گی۔" روشنی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"رات کافی ہو چکی ہے۔ میں چھوڑ آتا ہوں۔" پختہ لہجے میں کہتا وہ بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ مزید کچھ نہیں کہہ پائی۔

"سنو! وہاں سامنے واش روم ہے منہ دھو آؤ۔" اشارے سے کہتا وہ خود کمرے سے باہر جا رہا تھا۔

وہ سرہلاتی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔ کئی گھنٹوں بعد اس نے اپنا چہرہ شیشے میں دیکھا تھا۔ خوب صورت تو وہ خیر کبھی نہیں تھی' لیکن اس وقت جو لگ رہی تھی' وہ خود ہی اپنا آپ دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ میک اپ کے نام پہ وہ صرف کاجل لگاتی تھی جو رونے کے باعث بہہ کر چہرے پہ عجیب و غریب نقش و نگار بنا رہا تھا' رہی سہی کسر سحرش کی لگائی اس شوخ سرخ لپ اسٹک نے پوری کر دی تھی۔ خوب رگڑ رگڑ کر منہ دھونے کے بعد اس نے ایک بار پھر اپنے چہرے کو شیشے میں دیکھا۔ اس بار اسے تسلی ہوئی تھی۔ اپنے کھلے ہوئے لمبے بالوں کو سمیٹتی وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

وقار نے روشنی کو اس کی بلڈنگ کے باہر ڈراپ کیا تھا۔ اس کا کانٹیکٹ نمبر اور پتا وہ اپنے پاس محفوظ کر چکا تھا۔

اپنے کمرے میں جا کر روشنی نے سب سے پہلے وضو کیا اور دو نفل شکرانے کے ادا کیے۔ اللہ نے اسے کتنی بڑی پریشانی سے بچا لیا تھا اسے معجزوں پہ یقین آ گیا تھا۔ یہ معجزہ ہی تو تھا جو وقار کی صورت میں ایک فرشتہ بھیج کر اللہ نے اس کی عزت کی حفاظت کی تھی' وہ کوئی شیطان بھی ہو سکتا تھا اور آج رات کے بعد وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتی۔ بہت دیر تک سجدے میں گری وہ اللہ کا شکر ادا کرتی رہی تھی۔

آئمہ کو فیس کے پیسے وہ بھجوا چکی تھی۔ صابرہ اور آئمہ کے رویوں نے اسے ایک بڑا سبق دیا تھا۔ وہ لوگ اس کی محنت کی کمائی کو بہت آسانی سے خرچ کر رہے تھے۔ اس نے اس دوران ان سے کوئی رابطہ بھی نہ کیا تھا کیونکہ وہ دل ہی دل میں ان سے ناراض تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی' وہ ان سے بہت دن تک ناراض نہیں رہ پائے گی۔

سحرش سے اس کی ملاقات نہیں ہو پائی تھی' اس کو کال کرنے پہ ہر بار اسے اس کا نمبر بند ملتا تھا۔ وہ روشنی کے ساتھ اتنا گھٹیا کھیل کھیل سکتی تھی' یہ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

سحرش اچھی طرح جانتی تھی کہ روشنی ایک مضبوط کردار کی لڑکی ہے اور روپوں کے عوض خود کو بازار میں کبھی نہیں لائے گی۔ اس نے پچھلے دو سال میں روشنی کو بہت قناعت اور استقامت کا مظاہرہ کرتے دیکھا تھا۔ اندر ہی اندر وہ روشنی کی اس خوبی سے بری طرح خائف تھی اور یہ رقابت اس وقت اور بھی بڑھ گئی تھی' جب روشنی نے اس کے پیسوں سے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اب جو روشنی نے اس سے مالی مدد مانگی تو اسے قدرت کی طرف سے روشنی کو نیچا دکھانے کا ایک موقع مل گیا تھا۔ اس کو بازار میں لا کر وہ اسے ٹھیک اسی مقام پہ لے آئی تھی' جہاں وہ خود کھڑی تھی۔

"تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ تم جانتی ہو'

تمہاری اس حرکت کے لیے میں تم پہ کیس کر سکتی ہوں۔" روشنی سے ایک ہفتے بعد سحرش کی ملاقات ہوئی تو بہت غصے میں اس نے کہا تھا۔

"ایک تو میں نے تمہاری مدد کی ہے اور تم الٹا مجھے پولیس کی دھمکی دے رہی ہو۔ یہ تم بھی جانتی ہو اور میں بھی کہ یہاں کی پولیس غیر ملکیوں کے تمام معاملات میں کتنی غیر جانب دار رہتی ہے۔" وہ اس کی بات سے محظوظ ہوتے ہوئے ڈھٹائی سے بولی تھی۔

"سحرش! میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے میرا اس شخص کے ساتھ سودا کر دیا۔" وہ دھیمی آواز میں بولی تھی۔

"یہ تو تم اپنے آپ سے پوچھو کہ تم نے میرا کیا بگاڑا ہے۔ کتنی ذلت نظر آتی تھی مجھے تمہاری نگاہوں میں اپنے لیے' اس دن جب تم نے میری ڈنر کی آفر کو ٹھکرا کر حرام کی کمائی کا طعنہ مارا تھا اس دن سے میں نفرت کرنے لگی تھی تم سے' اپنی پارسائی اور مضبوط کردار پہ بڑا ناز تھا تمہیں' میں نے سوچا کیوں نہ تمہیں بھی اس ذلت کا مزا چکھاؤں۔ ویسے تمہارا کام تو ہو گیا ہو گا۔ کافی مال دار آدمی تھا' میں نے اسے بتا دیا تھا کہ تمہیں بڑی رقم چاہیے پھر بھی اس نے کمیشن کے طور پہ مجھے پورا ایک ہزار درہم دے دیا۔" وہ بے شرمی سے کہہ رہی تھی۔

اس کی بات سن کر وہ شاک رہ گئی تھی۔

"لعنت ہے تم پر سحرش' ایک عورت تو کیا تم تو انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں ہو' تمہیں اگر یہ خوش فہمی ہے کہ اس دن میں نے اپنی عزت کا سودا کر کے اپنی بہن کے ایڈمیشن کی فیس کے پیسے حاصل کیے ہیں تو میں تمہاری یہ غلط فہمی دور کر دیتی ہوں۔ اللہ نے تمہارا ناپاک منصوبہ ناکام بنا کر نہ صرف میری عزت کو محفوظ رکھا ہے' بلکہ مجھے اس حرام کمائی کے استعمال سے بھی بچا لیا ہے جو میں تم سے ادھار لینے والی تھی۔" اپنی بات ختم کر کے اس کے چہرے پہ تاسف کی نگاہ ڈالتے روشنی وہاں سے چلی گئی تھی۔ سحرش ناقابل یقین حیرت سے اسے اسٹور سے نکلتے دیکھتی رہی تھی۔



اگلے چند دنوں میں اس نے اپنی سالانہ چھٹی کے لیے اپلائی کر دیا تھا جو منظور بھی ہو چکی تھی۔ وقار کی طرف سے اسے ٹکٹ مل چکا تھا' اسے ایک ماہ پاکستان میں رہنا تھا اور یہ بات وہ صابرہ کو بتا نہیں سکتی تھی' اس لیے اس نے اپنے فون کی رومنگ آن کرا لی تھی۔ اب وہ آسانی سے اپنے فون کے ذریعے ان سے رابطے میں رہ سکتی تھی اور اگر وہ لوگ اسے کال کرتے تو ان کی کال ریسیو بھی کر سکتی تھی۔

ڈیپارچر لاؤنج میں بیٹھی وہ اس وقت بورڈنگ کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ دو سال بعد پاکستان جا رہی تھی' لیکن اس دوران وہ اپنی ماں اور بہن سے مل نہیں سکتی تھی۔ دو ماہ پہلے جب اس نے صابرہ سے یہ کہا تھا کہ اس کے نئے کانٹریکٹ کے آغاز سے پہلے اسے ایک ماہ کی چھٹی ملے گی اور وہ پاکستان آئے گی تو صابرہ نے اسے منع کر دیا تھا۔ ان کے خیال میں یہ پیسوں کا ضیاع تھا' وہ انہیں بتانا چاہتی تھی کہ اس کا ٹکٹ کمپنی کے ذمے ہے' لیکن ان کے رویے سے حیران ہو کر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ صابرہ نے ایک بار بھی یہ اظہار نہیں کیا تھا کہ وہ اس سے ملنے کے لیے بے چین ہیں اور پھر اس نے ایک ماہ سے اکٹھے کیے ہوئے اوور ٹائم کے پیسوں سے کچھ تحائف خرید کر ان دونوں کو بھجوا دیے تھے۔

فلائٹ کی اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی۔ وہ اب ڈیپارچر گیٹ کے اندر جا رہی تھی۔

ارائیول لاؤنج میں وقار اسے کچھ فاصلے پہ کھڑا نظر آ گیا تھا۔ اس دن کی طرح بہترین لباس میں اور اتنا ہی جاذب نظر۔ اس دن کے برعکس روشنی نے آج مسٹرڈ شلوار قمیص پہ سیاہ بڑی سی چادر اوڑھی ہوئی تھی' پتا نہیں اس نے اسے دیکھ کر پہچانا بھی تھا کہ نہیں۔ روشنی اپنا ٹرالی بیگ گھسیٹتی اس کے پاس چلی آئی تھی۔ وہ بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ڈھلے منہ کے ساتھ وہ بہت خوب صورت تو نہیں' لیکن بہت معصوم

لگ رہی تھی۔
"السلام علیکم۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔
"وعلیکم السلام' سفر میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟" لہجہ سنجیدہ تھا۔
"نہیں۔" جواب مختصر آیا تھا۔
"چلیں۔" یہ کہہ کر وہ اب پارکنگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سورج ابھی کچھ دیر پہلے ہی طلوع ہوا تھا اور آسمان پہ سورج کی کرنیں ابھی پوری طرح نہیں پھیلی تھیں۔ دونوں کے درمیان اس رسمی علیک سلیک کے بعد مزید کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسے تھکا ہوا لگا تھا شاید اتنی صبح فلائیٹ کی وجہ سے وہ ٹھیک سے سو نہ پایا ہو۔ روشنی نے خود ہی وجہ سوچ لی تھی۔ وہ خود بھی تمام رات کی جاگی ہوئی تھی۔ وہ آج بھی بہت انہماک سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ یہ شہر روشنی کے لیے اجنبی نہیں تھا وقار نہ بھی بتاتا پھر بھی وہ جانتی تھی کہ گاڑی اس وقت کس علاقے میں جا رہی ہے۔ لیکن اسے حیرت ہوئی جب وقار نے گاڑی کسی گھر کے بجائے ایک بلڈنگ کے سامنے روکی اور اسے ایک فلیٹ میں لے گیا۔ اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر وہ خود اندر نہیں گیا تھا۔

"تمہیں چند دن یہاں رہنا ہوگا۔ اندر ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں اور اگر مجھ سے کوئی بات کرنی ہو تو اس موبائل میں میرا نمبر سیو ہے۔" ایک موبائل فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے اسے چند ضروری ہدایات دیں جو آج کے دن کے حوالے سے تھیں اور پھر تیزی سے واپس چلا گیا۔ روشنی فلیٹ کا دروازہ لاک کرتی اندر آگئی۔ یہ ایک لگژری اپارٹمنٹ تھا جو بہت خوب صورتی سے سجا ہوا تھا۔ اگلے چند منٹ اس نے اس جگہ کا جائزہ لیا' کچن اور فریج میں بہت سا کھانے پینے کا سامان موجود تھا۔ وہ جہاز میں تھوڑا بہت کھا چکی تھی' اس لیے اسے کسی چیز کی طلب نہیں تھی۔ پانی کا گلاس پی کر وہ بیڈ روم میں آگئی تھی۔ وہ بے تحاشا تھکی ہوئی تھی اور اسے نیند آ رہی تھی۔ وہ بہت گہری نیند سوئی تھی اور اس کی آنکھ موبائل کی بیل سے کھلی تھی۔ اسے چند لمحے لگے تھے یہ سمجھنے میں کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ یہ اس کے موبائل فون کی آواز تھی۔ اگلے سیکنڈ میں اس نے کال اٹینڈ کی تھی۔
"ہیلو!" اس نے بوجھل آواز سے کہا۔
"تم سو رہی تھیں؟" اس نے اس کی آواز سن کر اندازہ لگایا تھا۔
"اب جاگ چکی ہوں۔"
"لنچ کے بعد تیار ہو جانا تمہیں آج نتاشا سے ملنا ہے۔ میں تمہیں ایک بجے کے بعد پک کرلوں گا۔" وقار جلدی جلدی بتا رہا تھا۔ اسے لگا وہ اس وقت اس سے بات کرنے کے علاوہ کچھ اور بھی کر رہا ہے یا شاید کہیں جا رہا ہے۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی یہ نتاشا کون ہے اور اسے کہاں جانا ہے' لیکن وقار نے اپنی بات ختم کر کے دوسری طرف سے جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔
ڈیڑھ بجے کے قریب وہ اسے لینے آگیا تھا۔ وہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی' لیکن اس کی سنجیدگی کی وجہ سے کچھ بھی کہنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا بیوٹی سیلون کم اسٹوڈیو تھا جہاں ایک ماڈرن اور خوش مزاج لڑکی نے اسے نتاشا کے نام سے اپنا تعارف کرایا تھا۔ وقار کے ساتھ اس کی بات چیت سے روشنی کو اندازہ ہوا تھا کہ وہ دونوں کافی بے تکلف ہیں۔
"فری ہو کر مجھے کال کر لینا میں تمہیں پک کرلوں گا۔" نتاشا سے بات کرنے کے بعد وہ اب اس سے مخاطب تھا۔
اگلے کچھ گھنٹے وہاں کی بیوٹیشن اس کے چہرے اور بالوں کو مختلف ٹریٹمنٹ دیتی رہی تھیں اور وہ خاموشی اور بے دلی سے انہیں ان کا کام کرنے دے رہی تھی۔ ایک طرف بہت سے قیمتی کپڑوں اور جوتوں کا ڈھیر تھا ان میں ایک لباس کو نتاشا نے اس کے لیے سیلیکٹ کیا تھا۔ بیوٹیشن اس کا میک اپ کر رہی تھی اور روشنی آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے چہرے پہ ایک بھرپور نگاہ ڈالی' وہ اچھی

لگ رہی تھی' لیکن یہ بہت حیرانگی کی بات تھی کہ میک اپ سے اس کا چہرہ یکدم بدلا نہیں تھا بلکہ کافی نیچرل لک آرہی تھی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو تم۔" ہیر اسٹائلسٹ اس کے بال بنا چکی تھی' اس کے لمبے بالوں کو بہت معمولی سی کٹنگ سے ایک خوب صورت سٹائل دیا گیا تھا۔

"اینڈ ناؤ یو آر ریڈی۔" نتاشا نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔ وہ اب اس کا دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی۔

"لپ کلر تھوڑا لائٹ نہیں؟" اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔ میک اپ کے نام پہ ایک ڈارک لپ اسٹک تو ہونی چاہیے تھی۔ اسے تھوڑی مایوسی ہوئی تھی۔

"وقار کی اسپیشل ہدایت ہے کہ میک اپ لائٹ رکھا جائے۔ اسی لیے ہم نے نیوڈ شیڈز استعمال کیے ہیں۔" وہ لاپروائی سے کہہ رہی تھی' لیکن اس کی بات سن کر روشنی کافی شرمندہ ہوئی تھی۔

"وقار نے سختی سے منع کیا تھا کہ تمہارے بالوں کو ہرگز کاٹا نہ جائے۔" وہ اب اس کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سیٹ کر رہی تھی۔ "یہ سارے ڈریسز تمہارے ساتھ جائیں گے اور اگلے تین دن میری بیوٹیشن تمہیں میک اپ کا ٹیٹوریل دینے گھر آئے گی۔ پھر تم خود بھی ایسا ہی میک اپ کرنے لگو گی۔"

روشنی جانتی تھی کتنا تردد کیوں ہو رہا ہے۔ وہ وقار حسن کی بیوی کی حیثیت سے اس کی بہن سے ملنے والی تھی' وہ کسی بھی راہ چلتی لڑکی کو اپنی بہن سے نہیں ملوا سکتا تھا۔ ایک عام سی لڑکی کو خاص بنا کر اپنی بہن کے سامنے بولے جھوٹ کا بھرم رکھنے کی خاطر وقار کو اتنا تو کرنا ہی تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔

"اپنی شادی پہ بلانا مت بھولنا۔" وہ اب دوستانہ لہجے میں اس سے کہہ رہی تھی۔

"میری شادی۔" اسے حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں تمہاری شادی ہے نا اگلے مہینے' مجھے وقار نے بتایا تھا۔ امریکہ جا کر ہمیں بھول مت جانا۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس کی بات کا روشنی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی وقار نے اسے کیا بتایا تھا' وقار اسے لینے آیا تھا اور اس پہ ایک سرسری نگاہ ڈال کر وہ اب نتاشا سے بات کر رہا تھا۔

اگلے تین دن میں نتاشا کی طرف سے بھیجی گئی بیوٹیشن نے اسے کافی کچھ سکھا دیا تھا اور وہ جانتی تھی کہ وہ خود بھی اپنا مناسب سا میک اپ کر ہی سکتی ہے۔ ان تمام دنوں میں وقار سے اس کی ایک بار بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ وہ دن میں ایک دو بار خیریت پوچھنے کے لیے اسے کال کرتا تھا۔

"تمہیں کچھ چاہیے تو نہیں۔" کال بند کرنے سے پہلے وہ اس سے پوچھتا۔

اور اس کا جواب ہر بار نہ میں ہوتا۔ وقار سے اس کی ملاقات چار دن بعد ہوئی تھی۔ وہ اسے لینے آیا تھا۔ گاڑی ایک شاندار گھر کے سامنے رکی تھی اور چوکیدار اس کے ہارن دینے پہ اب سیاہ آہنی دروازہ کھول رہا تھا۔ اس کا سامان ڈگی سے نکال کر وہ خود گھر کے داخلی دروازے سے اندر چلا گیا تھا۔ اس کی تقلید میں روشنی اس عالیشان گھر میں داخل ہوئی۔ باہر کی طرح گھر کا اندرونی حصہ بھی قابل ستائش تھا۔ ہال کمرہ بہت خوب صورتی سے سجا ہوا تھا۔ فرش پہ بچھے بیش قیمت قالین اور دیواروں پہ لگی قیمتی تصاویر مکین کی امارت سے زیادہ اس کے باذوق ہونے کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ حیران نظروں سے وہ اس جگہ کو دیکھ رہی تھی اور قدم آگے نہیں بڑھا سکی تھی۔ شاید وقار نے اس کا رکنا محسوس کر لیا تھا۔ وہ پیچھے مڑ کر اب اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ تیزی سے قدم بڑھاتی اس کے پاس چلی آئی تھی۔ کاریڈور سے بائیں طرف وہ ایک کمرے کے سامنے رک کر اس کا دروازہ کھول رہا تھا۔

"یہ ہمارا کمرہ ہے۔" ملازم اس کا سامان اب کمرے میں رکھ رہا تھا۔ "تمہیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو تم ملازم سے کہہ سکتی ہو۔" کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے روشنی سے کہا تھا۔

"کل رات کو عائشہ آپی پاکستان پہنچ رہی ہیں۔

اگلے پندرہ دن تمہیں یہاں اس کمرے میں ہی رہنا ہو گا۔" وہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ایسی نظروں سے مت دیکھو روشنی! تم یہاں پوری طرح محفوظ ہو۔ تمہیں مجھ پہ ٹرسٹ کرنا ہو گا۔" وہ جیسے اس کے ان کہے لفظوں کو بھی سمجھ گیا تھا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے' اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی اور آپ کی بہن کو سب کچھ پتا چل گیا تو...." اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا' ہماری شادی کب اور کہاں ہوئی' میں کس فیملی سے ہوں اور میرے والدین کون ہیں تو میں انہیں کیا بتاؤں گی؟" وہ بہت سارے سوال جو کئی دن سے اس کے ذہن کو الجھا رہے تھے اس نے ایک ہی سانس میں پوچھ ڈالے تھے۔

اگر وہ تم سے پوچھیں تو تم یہی کہنا کہ ہم دبئی میں ملے تھے اور تمہاری فیملی بھی دبئی میں ہے۔ باقی سب تم مجھ پہ چھوڑ دو' وہ یہاں میری بیوی سے ملنے آ رہی ہیں کوئی انویسٹی گیشن کرنے نہیں۔ اس لیے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ انہیں سب سچ بتا کیوں نہیں دیتے۔ اتنے سارے جھوٹ بولنے کے بجائے ایک سچ بول کر آپ اس ساری مشکل سے نکل سکتے تھے۔"

"یہ سب کہنا جتنا آسان ہے اس پہ عمل کرنا اتنا ہی دشوار' سچ بتانے کی صورت میں مجھے اس کی نند سے شادی کرنا پڑے گی جو میں کسی قیمت پہ نہیں کر سکتا اور ویسے بھی ابھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتا۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ اس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ شادی نہ کرنے کا فیصلہ اس نے چند ہفتے پہلے کیا تھا۔ وہ بھی اپنی زندگی کا سب سے بڑا دھوکا کھانے کے بعد۔

اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ اب ڈریسنگ روم میں گھس گیا تھا۔ اس کا کوٹ بیڈ پہ پڑا تھا۔ روشنی نے ایک نظر اس خوب صورتی سے سجے کمرے پہ ڈالی اور پھر اس کی نظر سامنے پڑے کاؤچ پہ جا ٹکی۔ اس کے رات کو سونے کا انتظام ہو چکا تھا۔ وہ رات اور اس سے اگلی تمام راتیں اس نے اسی صوفہ پہ سو کر گزارنی تھیں۔

اگلی صبح اس کی آنکھ دروازے پہ ہونے والی دستک سے کھلی تھی۔ وہ رات صوفہ پہ سوئی تھی اور وقار نے اس کے وہاں سونے پہ کوئی کمنٹ نہیں کیا تھا' نہ ہی اس نے اس کی جگہ خود صوفے پہ سونے کی آفر کی تھی۔ دستک کی آواز پہ وہ دونوں ایک ساتھ جاگے تھے۔

"ملازمہ کافی لائی ہے' تم باہر آجاؤ۔" وقار نے جلدی سے کہا۔

اپنا تکیہ بیڈ پہ رکھ کر وہ اب کمرے کا دروازہ کھول کر کھڑی تھی۔

"السلام علیکم روشنی بیٹا!" یہ عفت بی تھیں' کل رات ہی وقار نے ان سے اس کا تعارف کروایا تھا اور انہوں نے وقار کی دلہن کو ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔ وقار نے کہا تھا' یہ خاتون اس کے گھر میں کافی لمبے عرصے سے ہیں اور اس کے آبائی گاؤں سے ہیں۔ ویسے تو گھر کے باقی ملازمین کو بھی یہ ہی بتایا گیا تھا کہ وہ مسز وقار حسن ہے۔

"وعلیکم السلام عفت بی۔" اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔ ان سے کافی کی ٹرے لے کر وہ اب دوبارہ کمرے کا دروازہ بند کر چکی تھی۔ ناشتے کی میز پر وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنے ہی لاتعلق تھے' جتنا کل رات اس کمرے میں۔ ملازمہ اسے مختلف چیزیں سرو کر رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے اس کی بنائی ڈشز چکھ رہی تھی۔ وقار کے آفس جانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ جہازی سائز کھڑکی پہ دبیز پردے ڈلے تھے۔ اس نے کھڑکی کے پردے کی ڈوری کھینچی۔ سامنے کا منظر دیکھ کر وہ فریز ہو گئی تھی۔ کمرے کے باہر ایک خوب صورت سوئمنگ پول تھا۔ اس کے دونوں طرف سبزے کی کیاریاں تھیں۔ پول کے اطراف بہت قیمتی پتھر لگا تھا۔ سامنے دیوار پہ قد آدم آئینہ لگا تھا اور چھت کی جگہ لکڑی کی قیمتی آرچز بنی ہوئی تھیں۔ گلاس ڈور کو کھول کر وہ باہر آگئی تھی۔ سوئمنگ پول

کے پیالے میں بھرا پانی بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اسے نہیں معلوم وہ کتنی دیر اس پول کے کنارے بیٹھی رہی تھی۔ اسے وہاں بہت سکون مل رہا تھا۔ دوپہر کا کھانا اس نے نہیں کھایا تھا۔ گھر میں آج رات کے کھانے پہ کافی اہتمام تھا' یہ وہ کچن میں جائے بغیر بھی جانتی تھی۔ اسے اس گھر کے کسی بھی مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسے یہاں اگلے چند دن گزار کر واپس چلے جانا تھا۔

رات کے نو بجے عائشہ اور اس کے بچوں کو لے کر وقار گھر پہنچا۔ عائشہ سے ملتے ہوئے وہ جتنا جھجک رہی تھی' ان کی خوش اخلاقی اور محبت دیکھ کر وہ اتنی ہی پرسکون ہو چکی تھی۔ وقار ٹھیک کہہ رہا تھا۔ انہوں نے اس سے کچھ بھی نہیں پوچھا تھا۔ جو پوچھنا تھا وہ اپنے بھائی سے پوچھ چکی تھیں۔ ایمرالڈ گرین کلر کے نفیس سٹون ورک والے سوٹ میں مناسب میک اپ کے ساتھ وہ کافی اچھی لگ رہی تھیں۔ عائشہ کو اس کی کم گوئی اور معصومیت پسند آئی تھی۔ وقار سے ان کے شکوے گلے ختم ہو گئے تھے۔

"تم سے مل کر تو مجھے تسلی ہو گئی ہے کہ اس نے کسی ٹھیک بندی کا انتخاب کیا ہے شادی کے لیے' ورنہ تو آج کل کی لڑکیاں اف...... نہ کوئی فیملی ویلیوز ہوتی ہیں اور نہ اپنائیت۔ اسی لیے تو میں اتنی بھاگم بھاگ پاکستان آئی' ورنہ اسے اس طرح مجھے بتائے بغیر شادی کرنے پہ اتنی جلدی معاف کرنے والی نہیں تھی میں۔" وہ اسے ہنستے ہوئے بتا رہی تھیں۔

"آپ کی بہن بہت اچھی ہیں اور آپ سے پیار بھی بہت کرتی ہیں۔ مجھے بہت شرمندگی ہو رہی ہے ان سے سچ چھپاتے ہوئے۔"

وہ اس سے کہے بغیر نہیں رہ پائی تھی۔ اگر عائشہ کو وہ اچھی لگی تھی تو اسے بھی عائشہ بہت پسند آئی تھیں۔ اتنے بڑے خاندان سے تعلق ہونے کے باوجود وہ اسے بہت شائستہ لگی تھیں۔ ان کی باتوں میں اونچے خاندان اور اسٹیٹس کانشس ہونے کی جھلک نہیں تھی۔

"یہ بات تو مجھے بھی ڈسٹرب کر رہی ہے' لیکن میرے پاس اس کے سوائے کوئی حل نہیں تھا۔ وہ لیپ ٹاپ کھولے بیڈ پہ بیٹھا تھا۔ پتا نہیں وہ سچ میں اتنا مصروف تھا یا روشنی کو نظرانداز کرنے کے لیے یہ سب کر رہا تھا۔ اگلی صبح گھر میں خوب گہماگہمی تھی۔ وقار تو صبح ہی آفس چلا گیا تھا۔ عائشہ کے بچے اس کے ساتھ بہت بے تکلف ہو گئے تھے۔ وہ لوگ کہیں گھومنے جانا چاہتے تھے اور ان کے اصرار پہ وہ بھی ان کے ساتھ ہی گئی تھی۔ وقار کا ڈرائیور انہیں ان کی مطلوبہ جگہوں پہ گھماتا رہا تھا۔ سہ پہر میں وہ چاروں گھر واپس آئے تھے۔ عائشہ اسے لے کر کافی شاپنگ کرتی رہی تھیں۔

"یہ میں تمہارے لیے لے رہی ہوں۔" ایک گولڈ کے سیٹ کو خریدتے ہوئے انہوں نے روشنی سے کہا۔ وہ سیٹ بہت قیمتی تھا۔ گولڈ اور کندن سے بنا وہ نیکلس کسی کے بھی ہوش اڑا سکتا تھا۔

"یہ تو بہت مہنگا ہے۔" روشنی نے حیرت سے کہا۔

"تو کیا ہوا' اپنی پیاری سی بھابھی کو کوئی معمولی تحفہ تھوڑی دوں گی۔" وہ بہت محبت سے بولی تھی۔

اس کی شرمندگی اور بھی بڑھ گئی تھی۔ یہ لوگ مجھے کیا سمجھ رہے ہیں اور میں کیا ہوں۔ دو ہزار درہم کے عوض کسی کے ساتھ اس کی بیوی ہونے کا ڈراما کر رہی ہوں۔ اگر یہ لوگ سچ جان لیں تو یہ سب مجھ سے نفرت کریں گے اور میری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہیں گے۔

ان کی واپسی سہ پہر میں ہوئی تھی اور روشنی اس کے بعد سے سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھی یہ ہی سوچ رہی تھی۔ اس کا ضمیر اسے بار بار ملامت کر رہا تھا اور یہ سب سوچتے ہوئے اس کی اپنی ماں اور بہن سے شکایتیں بڑھتی جا رہی تھیں جن کی بے حسی اسے اس مقام پر لے آئی تھی۔

"تم یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو؟" وقار کی آواز سن کر وہ ٹھٹک گئی تھی۔ وہ کافی دیر پہلے آفس سے آیا تھا اور کمرے میں آ کر اس نے روشنی کو پول کے کنارے بیٹھا دیکھ لیا تھا۔ کپڑے بدلنے کے بعد بھی وہ اسے اسی پوزیشن میں بیٹھی نظر آئی۔ اس کے لیے خوب

صورت بال کمر پہ پھیلے ہوئے تھے۔ بہت دیر تک جب وہ کمرے میں نہیں آئی تو وقار خود اس کے پاس چلا آیا تھا۔

"میں۔۔۔ میں ایسے ہی یہاں بیٹھی تھی۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"عائشہ آپی تمہارا پوچھ رہی تھیں۔" کمرے میں آکر اس نے کہا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔"

"بولو۔۔۔" کمرے کا دروازہ کھولتے کھولتے وہ واپس مڑا۔

روشنی نے الماری میں سے ایک جیولری باکس نکالا اور اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ عائشہ آپی نے مجھے دیا ہے۔ شادی کا گفٹ۔" وہ اسے ڈبا پکڑانا چاہ رہی تھی۔

"اچھا ہے۔" اس نے سرسری سی نگاہ ڈال کر تبصرہ کیا، لیکن ڈبے کو ہاتھ نہیں لگایا۔

"یہ آپ رکھ لیں۔" روشنی نے اگلی بات کہی۔

"میں اس کا کیا کروں گا۔ آپی نے یہ تمہیں دیا ہے۔"

"انہوں نے یہ آپ کی بیوی کو دیا ہے۔" اس کی بات سن کر وقار خاموش ہو گیا تھا۔

"آپی تمہیں بلا رہی ہیں۔" اسے کوئی بھی جواب دیے بغیر وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔

وہ کمرے میں اکیلی تھی۔ رات کو وقار ان سب کو ڈنر پہ باہر لے گیا تھا۔ اس کے بعد کپڑے بدل کر وہ باہر نکل گیا تھا۔ روشنی کو بھی نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی وقار کب تک واپس آئے گا۔ کافی پینے کا دل چاہ رہا تھا، لیکن اس وقت کسی ملازم کو کہنا اسے مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ یہ ہی سوچ کر وہ خود کچن میں آگئی تھی۔ اپنے لیے کافی بناتے ہوئے اسے انٹر کام بجنے کی آواز آئی۔ اس وقت کچن میں اس کے علاوہ کوئی ملازم نہیں تھا۔ اس نے انٹر کام اٹھایا۔

"ایک کپ کافی اسٹڈی میں لے آؤ۔" یہ جانے بغیر کہ دوسری طرف کون ہے۔ وقار نے مختصراً" کہا تھا۔ اسے اس کے اتنی دیر تک کمرے میں نہ آنے کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی۔ اپنی کافی کا کپ اٹھا کر وہ اسے اسٹڈی میں دینے چلی گئی تھی۔

"بڑی جلدی بن گئی کافی۔" اپنی ٹیبل پہ رکھا کافی کا کپ اٹھاتے اس نے کافی لانے والے کی طرف دیکھا۔ وہ کمپیوٹر پہ مصروف تھا۔ مختلف فائلز اور نقشے پھیلے ہوئے تھے۔

"تم کیوں کافی لائیں، میں نے تو عشرت سے کہا تھا۔"

"کچن میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ میں اپنے لیے کافی بنا رہی تھی تو آپ کے لیے بھی بنالی۔" اس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اپنا کافی کا کپ اس کے لیے لے آئی ہے۔

"تھینک یو۔" وہ تکلف سے بولا تھا۔

آنے والے دنوں میں روشنی اس گھر کا ایک اہم رکن بن چکی تھی۔ وہ نہ صرف عائشہ کی پسندیدگی حاصل کر چکی تھی بلکہ اس گھر کے ملازموں کے دل میں بھی اس کے لیے بہت عزت اور احترام تھا۔ آٹھ، دس دن میں کبھی اس نے ان پہ حکم نہیں چلایا تھا۔ ان کے ساتھ بہت مہذب اور شائستہ لہجے میں بات کرنے والی اپنی بیگم صاحبہ کو وہ کیوں نہ پسند کرتے۔ اس رات کے بعد اگر وہ اسٹڈی میں ہوتا تو روشنی اس کے بغیر کہے اسے کافی کا کپ دے آتی تھی۔ وقار کے متعلق اس نے جب جب سوچا وہ اسے بہت کم گو اور بے ضرر سا انسان لگا۔ کبھی کبھی وہ اسے بہت اداس لگتا تھا۔ بہت بار اس نے اسے ڈسٹرب دیکھا، وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ ایسی کون سی تکلیف اور دکھ ہے جو اس کی آنکھوں میں نظر آتا ہے۔ روشنی کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ غربت تھی۔ وہ آج بھی اپنے گھر والوں کی بے اعتنائی کا ذمہ دار اپنے معاشی حالات کو سمجھتی تھی۔ وہ دکھی تھی اور یہ ہی دکھ اسے وقار کی آنکھوں میں بھی نظر آتا تھا، لیکن وقار کے پاس تو سب کچھ تھا، وہ دولت جو سب کچھ خرید سکتی تھی، پھر اسے کیا پریشانی تھی۔ وہ غلط تھی، دولت سے وفاداری اور خلوص نہیں خریدا

جاسکتا تھا۔ محبت نہیں خریدی جاسکتی تھی۔
عائشہ اس دوران حاصل پور کا چکر بھی لگا آئی تھیں۔ ان کی خواہش تھی کہ روشنی بھی ان کے ساتھ چلے جہاں ان کے چند ددھیالی رشتے دار رہتے تھے لیکن وقار نے کہا تھا کہ وہ آج کل مصروف ہے اور وہ چاہتا ہے کہ روشنی اس کے ساتھ ہی جائے عائشہ نے اس کی خواہش کا احترام کیا تھا اور دوبارہ اسے چلنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ ولیمہ کی بات کو بھی وقار نے اسی طرح ٹالا تھا۔ عائشہ خود بھی وقار کے نئے پروجیکٹ سے واقف تھیں اور اس کی مصروفیت کے پیش نظر وہ اسے مجبور نہیں کرسکی تھیں۔
"ولیمہ ہم آپ کے اگلے وزٹ پہ رکھ لیں گے۔ ابھی تو مجھے اتنے کام ہیں کہ یہ تو آپ کی وجہ سے میں آج کل پاکستان میں ہوں ورنہ دبئی میں ہوتا۔"
اور وہ اتنا غلط کہہ بھی نہیں رہا تھا۔ اس دوران نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ایک دن کے لیے دبئی جانا پڑا تھا۔
"ماموں کا ولیمہ سمر ہالیڈیز میں کرلیں گے مما۔ اس وقت پاپا بھی ہمارے ساتھ آئیں گے۔" سحر نے کہا تھا۔
وہ سب اس کی بات سن کر مسکرائے تھے سوائے روشنی کے۔ چند دن میں وہ اس ہنستے مسکراتے پکچر پرفیکٹ سین سے غائب ہوجائے گی اور دوبارہ بھی ان سے مل نہیں پائے گی۔
اس گھر میں اس کی پسندیدہ ترین جگہ وہ سوئمنگ پول تھا۔ پانی کے پاس بیٹھے اسے وقت کے گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ وقار نے اسے کئی بار اس جگہ بیٹھے دیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ کیا سوچ رہی ہے۔ وہ اس کے حالات سے واقف تھا۔ اس کی زندگی کے ایک تاریخی گوشہ کا چشم دید گواہ تھا۔ اسے اس معصوم لڑکی پہ ترس آتا تھا جو مطلبی رشتوں کی بھینٹ چڑھی ہوئی ہے۔
عائشہ کے جانے کے دو دن بعد روشنی کی دبئی کی فلائٹ کنفرم تھی۔ جانے سے پہلے وہ وقار کو وہ سارے زیورات واپس کررہی تھی جو وقار اور عائشہ نے اسے دیے تھے۔
"یہ بھی آپ کا ہے۔" اس کا موبائل فون واپس کرتے ہوئے اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔
"یہ کچھ پیسے رکھ لو روشنی۔" چند نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وقار نے نظریں چرائیں۔
"آپ اگر اس سب کا معاوضہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو وہ آپ پہلے ہی مجھے دے چکے ہیں۔"
"یہ قیمت نہیں بلکہ اس احسان کے لیے ہے، جو تم نے مجھ پہ کیا۔"
"احسان تو آپ نے کیا ہے مجھ پر میں نے تو صرف بدلہ چکایا ہے۔ میرا خیال ہے فلائٹ کا ٹائم ہورہا ہے ہمیں چلنا چاہیے۔" مسکراتے ہوئے اس نے اپنا سامان اٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔ وہ آج واپس جارہی تھی وہ جانے کے لیے ہی آئی تھی۔



صبح کے چار بج رہے تھے۔ ایک چوکیدار کے سوا کسی نے اسے وہاں سے جاتے نہیں دیکھا تھا۔ باہر جانے سے پہلے اس نے ایک نظر اس گھر کو دیکھا جہاں اسے دوبارہ کبھی نہیں آنا تھا۔ اس گھر اور یہاں کے مکینوں نے اسے بہت عزت دی تھی۔ یہاں رک کر وہ زندگی کے اس خوب صورت رنگ سے آشنا ہوئی تھی جس سے پہلے وہ انجان تھی۔ اس کا تعارف محبت سے ہوا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی اس محبت کا کوئی انجام نہیں ہے۔ یہ یک طرفہ جذبہ ہے وہ اپنے دل کو روک نہیں پائی تھی۔ وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔ جانے سے پہلے وہ اس سے آنکھیں نہیں ملاپائی تھی۔ اسے لگا تھا وہ اس کی طرف دیکھے گی تو وقار ضرور جان جائے گا کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ وہ اس کی دی ہوئی ہر چیز وہاں چھوڑ آئی تھی۔ اس کے سارے کپڑے اسی وارڈروب میں لٹکے تھے۔ جاتے ہوئے وہ اپنے دو سال پرانے کاٹن کے سوٹ اور کالی چادر میں تھی، لیکن وہ وہاں سے خالی ہاتھ نہیں آئی تھی۔

☆ ☆ ☆

دبئی پہنچ کر وہ اپنی جاب میں مصروف ہو گئی تھی۔
وقار نہ دل سے نکلتا تھا' نہ دماغ سے اور جب یاد آتا تھا تو بہت یاد آتا تھا۔ آج کل وہ اوور ٹائم بھی کر رہی تھی اور بغیر کسی چھٹی کے لگاتار کام کرتے اسے تیسرا ہفتہ تھا۔ آئمہ کی فیس کے پیسے اکٹھے کرنے کے لیے اسے یہ سب کرنا تھا۔ رات کو تھک کر بستر پہ لیٹتی تو سونے سے پہلے جو آخری شبیہہ ذہن کے پردے پہ بنتی وہ وقار کی ہوتی۔ صبح اٹھ کر جو پہلا شخص یاد آتا وہ وقار ہوتا۔ اس شخص نے اس کے دل و دماغ کو کچھ ایسے اپنی گرفت میں لیا تھا کہ وہ اس شکنجے سے خود کو چھڑا ہی نہیں سکتی تھی' وہ چھڑانا چاہتی بھی نہیں تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی اسے وقار سے محبت کیوں ہوئی۔

وہ پرکشش شخصیت رکھتا تھا۔ خوب صورت تھا' شائستہ تھا' دولت مند اور پڑھا لکھا تھا۔ اس میں بہت سی خوبیاں تھیں' لیکن ایسی خوبیاں تو اس نے یہاں بہت سے مردوں میں دیکھی تھیں۔ اس کے اسٹور پہ آنے والے بے شمار کسٹمرز جو نہ صرف اچھی شخصیت کے مالک تھے' بلکہ شائستہ اور دوستانہ تھے۔ اسے ان سب سے مسکرا کر بات کرنا ہوتی تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کے ذہن پر اپنا نقش نہیں چھوڑ پایا تھا۔ وہ اگلے پل انہیں بھول جاتی تھی۔ شاید وہ وقار کے ساتھ کافی دن گزار کر آئی ہے۔ اس لیے اسے اس کی عادت ہو گئی ہے اور آہستہ آہستہ وہ اسے بھول جائے گی۔ شروع شروع میں اس نے اپنے آپ کو یہ ہی کہہ کر تسلی دی تھی' لیکن دو ماہ بعد بھی وہ شخص اس کے حواسوں پہ اسی طرح سوار تھا۔ وہ آج بھی آنکھیں بند کرتی تو اسے اس کا چہرہ سوچنا نہیں پڑتا تھا' بلکہ وہ خود بخود سامنے آجاتا تھا۔

آج اسے اسٹور سے واپس آئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ وہ جلدی گھر آجاتی اگر راستے میں ایک حادثے کی وجہ سے ٹریفک جام نہ ہوتا۔ بس سے اتر کر وہ بلڈنگ کے اندر جا چکی ہوتی' اگر اسے بلڈنگ کی بائیں طرف وہ نہ دکھائی دیتا۔ ایک بار پھر اس کے ساتھ وہی ہو رہا تھا جو پچھلے دو ماہ میں کئی بار ہو چکا تھا۔ یہ اسے دوبارہ دیکھنے کی امید تھی جو وہ بار بار اسے اپنے اردگرد پھرتے لوگوں میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتی تھی۔ اس دن وہ مال سے نکل رہی تھی جب اسے لگا وہ اس کے پاس سے تیزی سے گزرا ہے۔ وہ دراز قد تھا۔ اس نے وہی چیک شرٹ پہن رکھی تھی۔ جیسی اس نے وقار کو پہنے دیکھی تھی' وہ بے تحاشا اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ اس کے ساتھ اسٹور سے اپنی شفٹ ختم کر کے نکلنے والا عملہ اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

"وقار! رکیں...." اس کے قریب پہنچ کر وہ چلائی تھی۔ اس شخص نے مڑ کر اسے دیکھا' لیکن وہ کوئی اور تھا۔

"معاف کیجیے گا' مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔" معذرت کرتی وہ واپس اپنے کولیگز کے پاس آگئی تھی اور یہ ایک بار نہیں بار بار ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی اپنے کام کے سلسلے میں وہ آئے دن دبئی آتا رہتا ہے اور یہ کوئی حیرانی والی بات نہ ہوتی' اگر وہ اسے اس چھوٹے سے شہر میں مل بھی جاتا' لیکن وہ اسے کبھی نہیں ملا تھا۔ سر کو جھٹک کر اس نے بلڈنگ کے اسٹیپ پہ پاؤں رکھا۔

"روشنی!" وقار کی آواز پہ روشنی کے بڑھتے قدم رک گئے تھے۔ بے یقینی سے مڑ کر اس نے اندھیرے میں کھڑے شخص کو دیکھا۔ وہ بے اختیار اس کی طرف آئی تھی۔ آنکھوں میں ناقابل یقین حیرت لیے وہ اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

"آپ یہاں؟" چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے خود پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔

وہ اس کی بات سن کر مسکرایا تھا۔ اپنی اسی چھا جانے والی شخصیت کے ساتھ وہ گرے شرٹ اور بلیک پینٹ میں پورے دو مہینے بعد اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"اگر تم فری ہو تو کچھ دیر کے لیے میرے ساتھ چل سکتی ہو؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

بے اختیاری میں اس کا سر اثبات میں ہلا تھا۔ وہ اسے انکار کر ہی نہیں سکتی تھی۔

وہ آج بھی گاڑی اتنی ہی خاموشی اور انہماک سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ دونوں اب ساحل پہ آ گئے تھے۔ آسمان پہ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ سمندر کی تیز ہوا اور اس سے اٹھتی لہروں کا شور... یہ سب کتنا بھلا لگ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک بینچ پہ بیٹھے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ 'ایک دوسرے کے دل کے حال سے بے نیاز۔

"مجھ سے شادی کرو گی روشنی؟" اس نے کرنٹ کھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس سے ہر بات کی امید کر سکتی تھی سوائے اس بات کے۔

"کیا... کیا کہا آپ نے؟"

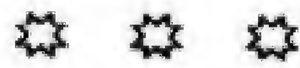
"شادی کرو گی مجھ سے؟ چند دنوں کے لیے نہیں بلکہ عمر بھر کے لیے تمہیں اپنے گھر لے کر جانا چاہتا ہوں۔ چلو گی میرے ساتھ؟"

"اچانک اس فیصلے کی وجہ؟" اس کے منہ سے نکلا تھا حالانکہ کہنا تو چاہتی تھی بہ سرو چشم' لیکن یہ انا بھی انسان کو کیسے امتحان میں ڈال دیتی ہے۔

"اپنے اس فیصلے کی اصل وجہ تو میں بھی نہیں جانتا اور یہاں آنے سے پہلے تک میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ میں تمہیں شادی کا پروپوزل دوں گا' خود کو بہت تاویلیں دے چکا ہوں کہ مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے 'لیکن جتنا تمہیں بھولنے کی کوشش کرتا ہوں تم اتنا یاد آتی ہو' بری طرح میرے حواس پہ چھا گئی ہو۔ میں بس اتنا جانتا ہوں کہ میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتا۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے روشنی۔"

"عائشہ آپی کی وجہ سے؟"

"نہیں... اپنے لیے۔" اس کی بات سن کر وہ مسکرا دی تھی۔



"امی! میں شادی کر رہی ہوں۔ وہ مجھے یہاں دبئی میں ملا تھا اور اس نے مجھے پروپوز کیا ہے۔ میں اسے آپ سے ملوانا چاہتی ہوں۔"

"تم جانتی ہو' تم کیا کہہ رہی ہو روشنی؟ اسی دن کا خوف تھا مجھے ہمیشہ سے 'اس لیے میں نہیں چاہتی تھی تم دبئی جاؤ' کیا کہوں گی میں لوگوں سے کہ میری بیٹی نے دبئی میں شادی کے لیے لڑکا پسند کر لیا ہے۔"

"لیکن امی! میں آپ کی مرضی اور پسند سے اس سے شادی کی بات کر رہی ہوں اور یہ کوئی معیوب بات نہیں ہے۔"

"تمہارے لیے نہیں ہے' لیکن میرے لیے ہے۔ ویسے تو تم بڑا کہتی تھیں۔ ساری زندگی ماں اور بہن کا خیال رکھنے کے دعوے کرتی تھیں' لیکن ایک لڑکا پسند آتے ہی تمہیں ماں اور بہن بھول گئی ہیں۔ سوچا ہے میرا اور آئمہ کا کیا ہو گا۔ کس طرح گزر بسر ہو گی ہماری۔ تم اتنی خود غرض کیسے ہو سکتی ہو روشنی۔"

ان کی بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر ایک آخری بات کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

"امی! میں کل صبح نکاح کر رہی ہوں۔" چند ماہ پہلے صابرہ اور آئمہ کے رویے کی تکلیف کو وہ زہر کا گھونٹ سمجھ کر پی گئی تھی' لیکن آج اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ دونوں اس کا استعمال کر رہی ہیں۔ اپنی ضروریات کی وجہ سے اس کی ماں اس کی شادی کے فیصلے سے ناخوش تھی۔ انہیں خوف تھا کہ روشنی شادی کے بعد انہیں سپورٹ نہیں کرے گی اور وہ انہیں یہ نہیں بتا پائی تھی کہ وقار نے اس سے خود کہا تھا کہ وہ آئمہ کی تعلیم مکمل ہونے تک اس کے گھر والوں کی ذمہ داری اٹھائے گا۔ وہ ان کی بے حسی اور لالچ کو مزید برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنی ماں کی مرضی اور شمولیت کے بغیر شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی' لیکن کبھی کبھی جو ہم سوچ نہیں پاتے وہ قدرت کا طے کردہ ہوتا ہے۔

ان کا نکاح دبئی میں ہوا تھا اور اپنی جاب سے ریزائن کر کے وہ اس کے ساتھ ایک بار پھر اسی گھر میں واپس آ گئی تھی۔ کنٹریکٹ ختم کیے بغیر اور کسی پیشگی نوٹس کے بغیر نوکری سے اس طرح ریزائن کرنے کا مطلب بہت سے لیگل ایشوز کی صورت میں سامنے آتا ہے' جس میں سب سے بڑا مسئلہ دبئی کے ویزے پہ تاعمر بین تھا اور یہ سب ہو بھی جاتا اگر اس کا شوہر وقار

حسن نہ ہوتا جو خود وہاں ایک بہت بڑی کنسٹرکشن کمپنی کا مالک تھا اور ساری لیگل کمپلیکشنز کا حل اس کے پاس تھا۔ اس گھر میں سب کچھ ویسا ہی تھا۔ عفت بی اسے دیکھ کر نہال ہو گئی تھیں۔ باقی کے ملازموں نے بھی اس کا پرجوش استقبال کیا تھا۔ وہ سب یہ ہی جانتے تھے کہ روشنی اپنی ماں کی بیماری کی وجہ سے ایمرجنسی میں دبئی گئی ہے۔ عائشہ اور اس کے بچوں کی طرح گھر کے ملازم بھی اس سے مانوس ہو گئے تھے اور اس کی واپسی پہ بہت خوش تھے۔ اس کی ہر چیز کمرے میں اسی جگہ پڑی تھی، جہاں وہ چھوڑ کے گئی تھی۔

"جانتی ہو، تمہیں میرے علاوہ اس گھر میں سب سے زیادہ کس نے مس کیا ہے؟" وقار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ سلور گرے ساڑھی میں وہ بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ وقار نے ایک قیمتی ہیروں جڑی انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنائی۔

"اچھی لگ رہی ہے۔" اس کے ہاتھ کی پشت کو چومتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"آپ نے بتایا نہیں مجھے گھر میں اور کس نے مس کیا۔" وہ تجسس سے پوچھ رہی تھی۔

"سوئمنگ پول نے، جہاں تم گھنٹوں بیٹھی پتا نہیں کیا کیا سوچتی رہتی تھیں۔" وہ مسکرا دی تھی۔

"مجھے وہ جگہ بہت پسند ہے، بڑا سکون ملتا تھا وہاں بیٹھ کر۔ زندگی میں اتنی الجھنیں تھیں جنہیں سوچتے ہوئے میں خود الجھ جاتی تھی۔ ایسے میں دنیا سے ڈسکنکٹ ہو کر بڑا ریلیکس فیل کرتی تھی میں۔" وہ اداسی سے بولی۔

"تم بہت سادہ اور معصوم ہو روشنی تمہارا دل بہت شفاف ہے، میں جانتا ہوں تم اپنی امی اور بہن کی ناراضی سے اپ سیٹ ہو، لیکن ڈونٹ وری، ہم کل جا کر انہیں منالیں گے۔" اس نے اسے بہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا اب بھی کوئی الجھن باقی ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لیکن مجھے ایک الجھن ہے۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"آپ کو کیا الجھن ہے؟" وقار کی بات نے اسے حیران کر دیا تھا۔

"کیا تم آج رات بھی اسی صوفے پہ سونے والی ہو؟" وہ شرارت سے بولا۔

"نہیں..." اس نے مسکراتے ہوئے سر جھکا لیا۔



"امی پلیز... مجھے معاف کر دیں۔ میں جانتی ہوں، میں نے آپ کا دل دکھایا ہے یقین جانیں میں ایسا کرنا نہیں چاہتی تھی، لیکن مجھے لگا آپ کی تشویش اور بدگمانی میرے ساتھ زیادتی ہے۔ میں کبھی آپ کو دکھ نہیں دینا چاہتی تھی۔ میں کیسے آپ سے اور اپنی بہن سے رشتہ ختم کر سکتی ہوں، مجھے احساس ہے کہ آپ کو میری کتنی ضرورت ہے، لیکن آپ کو بھی سوچنا چاہیے تھا کہ میں اپنی زندگی جینے کے لیے آپ کو بے آسرا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ وقار کے ساتھ آج صبح ہی اپنے گھر پہنچی تھی اور صابرہ سے معافی مانگ رہی تھی۔ شروع میں صابرہ اس کے ساتھ کافی تلخ رہی تھیں۔ لیکن آہستہ آہستہ ان کا دل موم پڑنا شروع ہوا۔ وقار انہیں پہلی نظر میں ہی بہت اچھا لگا تھا۔ روشنی کو دیکھ کر تو وہ اسے پہچان ہی نہیں سکی تھیں۔ وہ اس کے قیمتی لباس اور مہنگے زیورات دیکھ کر دنگ رہ گئی تھیں اور اس کے ساتھ ہی صابرہ کی یہ تشویش بھی ختم ہو گئی تھی کہ روشنی شادی کے بعد انہیں خرچا نہیں دے گی، بلکہ اب تو انہیں یقین تھا کہ روشنی انہیں پہلے سے زیادہ سپورٹ کرے گی اور یہ ان کی خام خیالی ہی تھی۔

"آئمہ کہاں ہے؟" وہ اپنی بہن کا پوچھ رہی تھی۔ وقار آفس چلا گیا تھا، اسے چند ضروری کام تھے اور روشنی دو سال بعد اپنے گھر والوں سے مل کر اتنی خوش تھی کہ وہ اسے چاہ کر بھی اپنے ساتھ نہیں لایا تھا۔

"آئمہ یونی ورسٹی گئی ہوئی ہے۔ دو بجے تک آجائے گی۔" صابرہ نے اسے بتایا۔ لیکن جب چار بجے تک بھی آئمہ کی واپسی نہیں ہوئی تو مجبوراً "روشنی کو واپس جانا پڑا۔ وقار کا ڈرائیور کافی دیر سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں اس سے اگلی بار مل لوں گی امی!" صابرہ کو تسلی دیتی وہ وہاں سے چلی آئی تھی۔ صابرہ نے اس کے سامنے ہی اسے دوبارہ کال کی تھی اور روشنی کی آمد کا بتایا تھا لیکن وہ کہہ رہی تھی کہ اسے یونی ورسٹی میں کچھ کام ہے اور اسے دیر ہو جائے گی۔

☼ ☼ ☼

کافی کا کپ برابر والی میز پہ رکھنے کے لیے وہ جھکی، اس کے لمبے بال اس کی پشت پر پھیلے ہوئے تھے۔ ذرا آگے بڑھ کر اس نے روشنی کے بالوں کو چوم لیا۔

"مجھے تمہارے بال بہت پسند ہیں۔"

"مجھے پتا ہے۔" مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں کیسے پتا؟" اس کے بالوں میں انگلیاں گھماتے اس نے پوچھا۔

"نتاشا نے بتایا تھا۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"کیا بتایا تھا نتاشا نے؟" اسے کچھ حیرت ہوئی۔

"یہی کہ آپ نے اسے میرے بالوں سے متعلق ہدایت دی تھی کہ وہ انہیں کاٹنے یا خراب کرنے کی کوشش نہ کرے۔"

"یس!" اس نے مطمئن انداز میں کہا۔

"اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ مجھ پہ ڈارک میک اپ بالکل اچھا نہیں لگتا ہے۔" یہ اسے شرمندہ کرنے کی ایک کوشش تھی، لیکن وہ اس سے ہرگز متاثر نظر نہیں آیا۔

"بالکل ٹھیک۔" اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ ہنس پڑی۔

"نتاشا کو آپ نے میرے بارے میں کیا بتایا تھا؟ وہ کہہ رہی تھی اپنی شادی پہ ضرور بلانا۔" اسے اچانک یاد آیا تھا۔

"کچھ نہیں، بس یہ ہی کہ تم میری دور کی کزن ہو اور حاصل پور میں رہ کر تمہاری گرومنگ نہیں ہو سکی، اب شادی کے بعد امریکا جانا ہے۔ اس لیے تمہارا میک اوور کروانا ہے۔" کافی کے گھونٹ بھرتے وہ اسے بتا رہا تھا۔

"ایک اور جھوٹ، اسٹوریاں بنانے میں کافی مہارت ہے آپ کو۔" وہ ہنس پڑا تھا۔

"اچھا میری امی اور چھوٹی بہن آپ سے ملنے آنا چاہتی ہیں۔" اسے صابرہ کے فون کا خیال آیا جو انہوں نے کل کیا تھا اور آئمہ بھی اس کے گھر آنے کی خواہش رکھتی تھی۔

"آج رات تو میں کراچی جا رہا ہوں اور پھر وہاں سے واپسی پہ کل ایک میٹنگ ہے اور... پرسوں رچرڈ آ رہا ہے، اس کے ساتھ مجھے اگلے دن دبئی جانا ہے۔ اگلے ویک بلالو۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"پھر دبئی جا رہے ہیں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"ڈارلنگ! وہاں میرا آفس ہے اور آدھا مہینہ میرا وہاں گزرتا ہے۔ ویسے بھی آج کل جو پروجیکٹ شروع کیا ہوا ہے اس کی وجہ سے پاکستان سے زیادہ وہاں میری ضرورت ہے، تمہیں بتے کے جاؤں گا وہاں پھر دیکھنا کتنا بڑا پروجیکٹ ہے وہ اور میں مصروف ہونے کا ڈراما نہیں کر رہا ــــ" اس کی ٹھوڑی کو چومتے ہوئے وہ اب بستر سے اٹھ بیٹھا تھا۔

★ ★ ★

کراچی سے واپسی پہ وہ اسے ڈنر کے لیے باہر لے گیا تھا۔

"عائشہ آپی کی کال آ رہی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"السلام علیکم آپی... کیسی ہیں آپ۔"

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں، یہ بتاؤ، روشنی کیسی ہے، اس کی دبئی سے واپسی ہو گئی یا ابھی وہیں ہے؟ تم نے تو اسے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔" ان کی بات سن کر وہ ہنسا تھا۔

"روشنی میرے ساتھ ہی ہے اور ٹھیک بھی ہے،

آپ خود بات کرلیں۔" فون اس کو تھما کر وہ خود کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

عائشہ اس سے کافی دیر باتیں کرتی رہی۔ اتنے ماہ بعد اس کی عائشہ سے بات ہو رہی تھی۔ کئی بار عائشہ نے اس کا نمبر مانگا تھا اور وقار کسی نہ کسی طرح اس کی بات ٹال جاتا تھا۔ اس سے بات کرتے ہوئے روشنی مسلسل مسکرا رہی تھی۔ عائشہ کے علاوہ اس کے دونوں بچوں نے بھی اپنی سوئٹ مامی سے بات کی تھی اور اسے بتایا تھا کہ وہ دونوں اسے کتنا مس کر رہے ہیں۔



اگلے ہفتے اس نے صابرہ اور آئمہ کو ڈنر پہ بلایا تھا۔ وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھیں، جب وقار گھر میں داخل ہوا۔ ان دونوں کو دیکھ کر انہیں سلام کرتے ہوئے وہ اپنے بیڈ روم میں چلا گیا تھا۔ روشنی کے لیے وقار کا ان دونوں کو اس طرح نظر انداز کرنا حیران کن تھا۔ وہ پچھلی بار صابرہ سے بہت خلوص اور اپنائیت سے ملا تھا۔

"امی! میں ابھی آتی ہوں۔" ان سے معذرت کرتی وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

وہ فرنچ ونڈو سے سوئمنگ پول کو دیکھ رہا تھا۔ روشنی کی طرف اس کی پشت تھی۔ زندگی میں اگر وہ کسی چہرے کو دوبارہ نہ دیکھنے کی خواہش کرتا تھا تو وہ ایک چہرہ تھا۔ اگر وقار کا بس چلتا تو ایک لمحہ بھی اسے اپنے گھر میں برداشت نہ کرتا۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ غصے پہ قابو پانے کی کوشش میں اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں، لیکن اچانک روشنی کے نرم بازوؤں کی محبت بھری گرفت نے اس کے تنے ہوئے وجود کو موم کی طرح پگھلا دیا تھا۔

"لگتا ہے آپ کافی تھکے ہوئے ہیں۔ امی اور آئمہ آپ سے ملنے آئی ہیں؟" اس کی کمر میں اپنے بازوؤں کا گھیرا ڈالے وہ اسے بتا رہی تھی۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"آئمہ آپ سے ملنے کے لیے بہت ایکسائیٹڈ تھی۔ امی نے بہت تعریف کی ہے اس سے آپ کی۔"

وہ اس کی خاموشی سے کوئی نتیجہ اخذ کیے بغیر بولی۔ وہ اب بھی اس کا چہرہ نہیں دیکھ پائی تھی۔

"تم چلو، میں بس آ رہا تھا۔" خود کو پرسکون کرتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔ روشنی اس کی بات سن کر اب کمرے سے باہر جا چکی تھی۔ کتنا فرق تھا ان دونوں بہنوں میں، ایک اتنی سادہ اور معصوم، دنیا کے ہر فریب سے پاک، جس کا خلوص اس کے لہجے سے جھلکتا تھا۔ جس کی بے ریا آنکھوں میں اسے صرف سچ نظر آتا تھا اور آئمہ... دھوکے باز، لالچی، فلرٹ، جھوٹ کے سوا کچھ بھی تو نہیں تھا، اس کا وجود اور آج اس نے اس لڑکی کو اس کے ایک اور جھوٹ کے ساتھ پکڑا تھا۔

اسے اتنے دنوں میں ایک بار بھی اندازہ نہیں ہوا تھا کہ آئمہ اور روشنی کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔ وہ جس آئمہ کو ایک سال سے جانتا تھا۔ اس نے تو اپنا تعارف ایک امیر خاندان کی اکلوتی بیٹی کی حیثیت سے کروایا تھا۔ اسے وہ دن یاد آیا تھا جب اسے رات کو اعظم کے ساتھ دیکھنے کے بعد اگلے دن وہ اس سے ملنے گیا تھا۔

"تم میری کال کیوں نہیں ریسیو کر رہی تھیں آئمہ؟" پچھلی رات سے کئی بار وہ اسے کال کر چکا تھا اور بہت مشکل سے اس سے ملنے پہ آمادہ ہوئی تھی۔

"میں مصروف تھی۔" اس نے لاپروائی سے کہا تھا۔

"اور غالباً" اس مصروفیت کا نام اعظم مسعود ہے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے یہ جان کر حیرت نہیں ہوئی کہ تم یہ سب جانتے ہو۔" وہ اس کی ڈھٹائی پہ حیران ہوا تھا۔

"تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہو آئمہ، کسی سے چند دن پہلے ملنے کے بعد تم میرے ساتھ اپنی ایک سال پرانی کمٹمنٹ کیسے ختم کر سکتی ہو۔"

"میں اعظم مسعود کو پچھلے دو سال سے جانتی ہوں، میری فرینڈ کا کزن ہے وہ۔ کافی پرانی دوستی ہے اس کے ساتھ میری۔ تمہارا نمبر تو اس کے بعد آتا ہے۔ یاد ہے نہ

کیسے ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میں نے سوچا چلو تھوڑے دن انجوائے کرتے ہیں۔ ورنہ کہاں تم اور کہاں اعظم مسعود۔" وہ تنفر سے بولی تھی۔

"یہ تم کہہ رہی ہو آئمہ! حالانکہ تم جانتی ہو، تمہاری وجہ سے میں نے آپی سے کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے، تم راضی تھیں مجھ سے شادی کرنے کے لیے، اپنی والدہ سے بات کر چکی تھیں اور اب تم کہہ رہی ہو کہ تمہارے لیے وہ سب ٹائم پاس تھا۔ میں محبت کرتا ہوں تم سے اور یہ بات تم بھی جانتی ہو۔" وہ اس کی باتوں سے چکرا گیا تھا۔

"تو میں کیا کروں، یہ تمہارا مسئلہ ہے اور تمہیں ایسا جھوٹ بولنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ مجھ سے بہت سے لوگ شادی کے خواہش مند ہیں، اب ہر کسی سے تو میں شادی نہیں کر سکتی ہوں۔"

وہ طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اپنی یہ بے عزتی وہ مر کر بھی بھول نہیں سکتا تھا۔ اسے اپنے سامنے بیٹھی اس حسن کی دیوی سے اس لمحے شدید نفرت ہوئی تھی۔ دکھ محبت میں ٹھکرائے جانے کا نہیں تھا، بلکہ شاک اس ذلت نے دیا تھا جو کسی کے ہاتھوں بے وقوف بننے سے ملتی ہے۔

وہ ہمیشہ سے ایسی ہی تھی۔ ضدی، اسے وہ سب چاہیے ہوتا تھا جو وہ ایک بار منہ سے نکال دیتی تھی۔ وہ ذہین تھی اور اسی وجہ سے سب گھر والوں کے دلوں میں اس کا نمایاں مقام تھا۔ روشنی اس کے برعکس پڑھائی میں کبھی بھی اتنی اچھی نہیں تھی۔ میٹرک تک اس کے گھر کے حالات دگرگوں تھے اور اس کی دنیا محدود۔ ایک سرکاری اسکول میں پڑھتے ہوئے اس کا باہر کی دنیا سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اس نے روشنی کو جان مارتے دیکھا تھا۔ چند ہزار کی نوکری کے لیے جوتیاں چٹخاتے دیکھا تھا۔ اسے روشنی نہیں بننا تھا۔ وہ آئمہ تھی۔ اسے بہت کچھ حاصل کرنا تھا اور وہ بھی بغیر جدوجہد کے۔ روشنی کی قناعت پہ اسے غصہ آتا تھا۔ اس کی ماں بھی روشنی کی طرح تھوڑے سے پیسوں پہ صبر شکر کرتی اور وہ اندر ہی اندر ان کی اس حماقت پہ ہنستی تھی۔

روشنی دبئی چلی گئی تو گھر میں اچانک کھلا پیسہ آنے لگا۔ روشنی کے جانے کے بعد صابرہ مکمل طور پر اس کے ہاتھ میں تھیں۔ حالات بدلے تو صابرہ کی سوچ بھی بدل گئی تھی۔ کالج میں آکر اس کا ملنا جلنا جس کلاس کی لڑکیوں سے ہوا، اس نے اسے اپنے موجودہ حالات سے اور بھی شاکی کر دیا تھا۔ وہ ان جیسی بننا چاہتی تھی۔ لڑکوں سے اس کی پہلی دوستی تھرڈ ایئر میں شروع ہوئی۔ وہ اس کی کلاس فیلو کا بھائی تھا اور اس پہ بری طرح فریفتہ تھا۔ اس کے ساتھ باتیں کرکے، گھوم پھر کر اسے اچھا لگتا تھا، لیکن وہ اس سے کوئی جذباتی وابستگی نہیں رکھتی تھی۔ وہ خود ابھی اسٹوڈنٹ تھا اور اس کی مالی حالت بھی مستحکم نہیں تھی۔ پھر بھی وہ اس پہ کافی خرچا کرتا تھا۔ وہ جلد ہی اس سے بور ہو گئی تھی، کیونکہ وہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ پھر یکے بعد دیگرے وہ چند اور لڑکوں سے دوستیاں کرتی رہی اور پہلے کی طرح ان کے ساتھ گھومتی پھرتی رہی، لیکن یہ دوستیاں محض ہوٹلنگ اور سینما کے حد تک تھیں۔ اس وقت وہ صابرہ سے سہیلی کے ساتھ جانے کا یا کالج میں ایکسٹرا کلاسوں کا بہانا کر لیا کرتی تھی۔

اعظم مسعود وہ پہلا شخص تھا جس سے ملاقات کے بعد وہ خود اس سے رابطے کی کوششوں میں لگ گئی تھی۔ وہ ایک ایم این اے کا بیٹا تھا۔ اسسٹنٹ کمشنر تھا اور بے تحاشا امیر اور مضبوط خاندانی بیک گراؤنڈ رکھتا تھا۔ اس سے روشنی کی ملاقات روبی کے گھر ایک پارٹی میں ہوئی تھی۔ وہ اس کا دور کا کزن تھا۔ اگلی بار وہ اسے ایک ہوٹل میں ملا تھا جہاں وہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ ہائی ٹی کے لیے گئی ہوئی تھی۔ اس بار اعظم مسعود کو بھی اس میں دلچسپی پیدا ہوئی تھی اور اس سے ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا تھا۔ وہ اسے ایک اور دنیا سے متعارف کروا رہا تھا۔ آزادی اور بے تحاشا دولت سے اس کا تعارف اعظم مسعود کی بدولت ہوا تھا۔ وہ اسے مہنگی مہنگی چیزیں خرید کے دیتا، پرفیوم، قیمتی سوٹ، فائیو اسٹار ہوٹلوں میں کھانے اور نئے نئے موبائل فون

اسے اعظم کی مہربانی سے ملے تھے۔

اس میں ایسی کشش تھی کہ اعظم جیسا گھاگ اور فلرٹ فطرت شخص بھی پوری طرح اس کے قبضے میں تھا۔ اس میوزیکل کنسرٹ کے ٹکٹ بھی اسے اعظم مسعود نے ہی بھجوائے تھے، کیونکہ اس نے وہاں جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ وہ خود ایسی جگہوں پہ نہیں جاتا تھا اور وہیں اسے وقار ملا تھا۔ اسے وقار سے دوستی میں دلچسپی نہیں تھی، کیونکہ وہ اعظم مسعود جیسا حکم کا اکا گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن وقار اس میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ اعظم کی پوسٹنگ حاصل پور میں تھی، کون سا وہ اس کی نگرانی کرواتا تھا۔ اس لیے وقار کے ساتھ وقت گزاری میں کیا حرج تھا اور پھر وقار سے بھی اسے فائدہ ہی مل رہا تھا۔ وقار کو اس نے اپنی حقیقت نہیں بتائی تھی اسے ضرورت بھی نہیں تھی اعظم اس کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں سب جانتا تھا ولی کی وجہ سے اسے پتا چل جاتا، اس لیے اس سے چھپانے کا فائدہ نہیں تھا۔ شروع میں صابرہ اس سے ان مہنگے تحائف کی وجہ سے سوال جواب کرتی تھیں۔ آہستہ آہستہ انہیں بھی یہ سب قابل قبول ہو گیا تھا۔ یہ ضروری تو نہیں تھا وہ لوگ تمام عمر ایک سے معاشی حالات کے ساتھ گزر بسر کرتے۔ وقار کو آئمہ نے ایک آپشن کے طور پہ رکھا ہوا تھا۔ لیکن جس دن اعظم مسعود نے اسے شادی کے لیے پرپوز کیا اس نے وقار سے پیچھا چھڑا لیا۔



کھانے کی میز پہ بھی وہ خاموشی سے بیٹھا تھا۔ وہ باہر آنا تو نہیں چاہتا تھا، لیکن وہ روشنی کو دکھ نہیں دے سکتا تھا۔ صابرہ کے ساتھ وہ معمول کے انداز میں بات چیت کرتا رہا تھا۔ آئمہ کی معنی خیز مسکراہٹ دیکھ کر بھی وہ جان بوجھ کر اسے نظرانداز کر رہا تھا۔ روشنی یہ ہی سمجھ رہی تھی کہ وقار کا اسے نظرانداز کرنا اس لیے ہے کیونکہ اس کی ضد اور دباؤ کی وجہ سے روشنی کو کلب جانا پڑا۔ وہ وقار کی ذہنی کیفیت سے انجان تھی جو اس وقت صرف یہ سوچ رہا تھا کہ اسے کن الفاظ میں روشنی کو اپنے اور آئمہ کے بارے میں بتانا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا اس سے پہلے آئمہ، روشنی کو کوئی بات بتائے۔ وہ آئمہ سے کچھ بھی امید کر سکتا تھا۔

"روشنی کو لے کر آنا بیٹا۔" صابرہ جانے سے پہلے اس سے کہہ رہی تھیں۔ روشنی جانتی تھی وہ بہت مصروف ہے اور پھر وقار کے اور ان کے اسٹیٹس میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ اسے وہاں لے کر جانے کے لیے اصرار نہیں کر سکتی تھی۔

"امی! وقار بہت مصروف ہیں آج کل اپنے کام کے سلسلے میں، آپ فکر نہ کریں، کچھ دن تک میں خود آجاؤں گی آپ سے ملنے۔" وہ وقار کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

"میں جتنا بھی مصروف ہوں، تمہارے لیے وقت نکال سکتا ہوں۔" اس کی طرف پیار سے دیکھتے وہ اس سے کہہ رہا تھا۔ مسکراتے ہوئے، بے اختیار روشنی نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پہ رکھا تھا۔ یہ اظہار تشکر تھا جو وہ خود کو ملنے والے اس مان کے بدلے اس وقت کرنا چاہتی تھی۔

"آپ فکر نہ کریں آنٹی! ہم جلد ہی آپ کی طرف چکر لگائیں گے۔" وہ اب صابرہ سے کہہ رہا تھا۔ آئمہ چپ چاپ کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کچھ تھا جسے روشنی سمجھ نہیں پائی تھی۔

ان لوگوں کو ڈرائیور کے ذریعے گھر بھجوا کر وہ دونوں اپنے کمرے میں آگئے تھے۔

"روشنی! مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی۔" وہ شیشے کے سامنے کھڑی اپنی جیولری اتار رہی تھی، جب وقار نے کچھ سوچتے ہوئے اپنی بات شروع کی، لیکن اسی پل اس کا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔ رچرڈ کی کال آرہی تھی۔ اس سے بات کرتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسٹڈی میں آکر اسے کچھ ڈاکومنٹس دیکھنے تھے، جو رچرڈ اسے ای میل کر چکا تھا۔ ان فائلز کو چیک کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر رچرڈ کو کال کرنے بیٹھ گیا تھا۔ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر وہ جب تک کمرے

میں آیا' روشنی تقریباً" سوچکی تھی۔ ویسے بھی کافی رات ہوچکی تھی' اس نے سوچا وہ اسے پہلی فرصت میں کل سب کچھ بتادے گا۔ وہ صبح جلدی آفس آگیا تھا اور کافی مصروف تھا۔

"آپ لنچ پہ گھر آجائیں وقار۔ آپ کی فیورٹ ڈش بنارہی ہوں میں۔" روشنی اسے فون پہ کہہ رہی تھی۔

اس کی بات سن کر وہ مسکرادیا تھا۔ وہ آفس میں کافی بزی تھا۔ اپنے سامنے پڑی فائلوں سے سر اٹھا کر اس نے خود کو پرسکون کرنے کے لیے سر کرسی کی پشت پہ ٹکادیا۔

"ابھی ایک میٹنگ شروع ہونے والی ہے' اس کے بعد گھر آؤں گا' پھر لنچ کے بعد دوبارہ آفس' کافی وقت ضائع ہوجائے گا۔" وہ سوچتے ہوئے بولا۔

"اوہ.... مطلب آپ نہیں آسکتے ہیں۔" اس نے مرجھائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ آپ میرے آفس آجائیں' آج میں آپ کو اپنی فیورٹ جگہ پہ لنچ کرادوں گا۔" وہ اسی کے لہجے میں اسے کہہ رہا تھا۔

"اور میرے بنائے کھانے کا کیا ہوگا؟" وہ مصنوعی ناراضی سے بولی تھی۔

"وہ میں ڈنر میں کھالوں گا۔" جواب فوراً" آیا تھا۔

"ٹھیک ہے' پھر میں آپ کے آفس آجاتی ہوں۔" وہ بخوشی راضی ہوگئی تھی۔ اس سے فون پہ بات کرکے وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا تھا۔ اس لڑکی میں جادو تھا۔ کتنی بھی تھکن اور مصروفیت ہوتی' وہ اسے منٹوں میں اپنی باتوں سے پرسکون کردیتی تھی۔ میٹنگ سے فارغ ہوکر وہ اپنے آفس میں داخل ہوا تھا' جب اس کی سیکرٹری نے اسے ایک لڑکی کے بارے میں بتایا تھا' جو اس سے ملنا چاہتی تھی۔

"تم میرے آفس میں کیا کررہی ہو؟" اپنے دفتر میں آئمہ کو دیکھ کر اس کا پارہ چڑھ گیا تھا۔ وہ اس کی ہٹ دھرمی پہ حیران رہ گیا تھا۔

"میں تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھتی تھی وقار حسن! تم مجھ سے بدلہ لینے کے لیے میری اس کم عقل بہن سے شادی کرلو گے۔"

"سنو آئمہ! یہ میرا دفتر ہے اور میں یہاں کوئی تماشا کھڑا نہیں کرنا چاہتا' تم یہاں سے فوراً" چلی جاؤ۔"



وقار اسے لنچ پہ بلا رہا تھا۔ اس لیے وہ ایک بجے اس کے آفس پہنچی تھی۔ وہ یہاں پہلے بھی آچکی تھی۔ اس لیے کسی کی معاونت کے بغیر وہ وقار کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ شیشے کی کیبن میں بیٹھی وقار کی سیکرٹری کو دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا تھا جو اسے دیکھ کر اپنی کرسی سے کھڑی ہوگئی تھی۔ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرکے وہ اب وقار کے کمرے کا دروازہ کھول رہی تھی' جب اپنے کانوں میں پڑتی آئمہ کی آواز سن کر وہ ٹھٹک گئی تھی۔

"مجھے اسے دیکھ کر ترس آتا ہے' کیسے بچوں کی طرح وہ اس لالی پاپ سے بہلی ہوئی ہے' جسے تم نے محبت کا نام دیا ہے۔ بے چاری یہ بھی نہیں جانتی کہ چند ماہ پہلے تک اس کا محبت کرنے والا شوہر مجھ سے شادی کرنے کے لیے مرا جارہا تھا۔ میرے لیے دیوانہ تھا' میں دن کہتی تو وہ دن دہراتا تھا اور میرے رات کہنے پہ اس کی رات ہوتی تھی۔ اب میں یہ کیسے مان لوں کہ اچانک تمہیں میری بہن سے محبت ہوگئی ہے' جو نہ صورت میں مجھ سے بہتر ہے اور نہ اس کے پاس میرے جیسی تعلیم ہے۔ یقیناً" یہ سب کچھ مجھے جیلس کرنے کے لیے ہی کیا گیا ہوگا۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

"آئمہ تم...." اس سے آگے وہ کچھ کہہ نہیں پایا تھا۔ دروازے کے بند ہونے کی آواز پہ اس نے چونک کر دیکھا۔

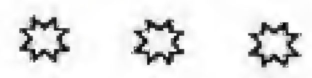
"میرے کمرے کے باہر کون تھا؟" انٹرکام پہ وہ اپنی سیکرٹری سے معلوم کررہا تھا۔

"سر! آپ کی مسز تھیں۔" وقار کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔ وہ اسے سچ بتانا چاہتا تھا' لیکن یہ سب اس

انداز میں اس تک پہنچے گا۔

یہ وہ آخری بات تھی جو اس نے سوچی تھی۔ اپنے موبائل سے اس کا نمبر ڈائل کرتے وہ باہر کی طرف بھاگا تھا۔ آئمہ اس کے آفس میں ہے اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ گھر جا رہا تھا اپنی شادی کے پہلے چند ہفتوں میں اپنے رشتے میں آئی اس غلط فہمی کو اسے فوراً" دور کرنا تھا۔ اس کا موبائل بند تھا۔ اس کا اس طرح وقار سے بغیر ملے چلے جانا اسے اپ سیٹ کر رہا تھا۔ پتا نہیں اس نے کتنی بات سنی تھی اور اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا تھا، لیکن وہ حیران تھا چند منٹ میں وہ غائب کہاں ہو گئی تھی۔ اس نے ڈرائیور سے بھی پوچھا، لیکن اس نے بھی اسے آفس ڈراپ کرنے کے بعد دوبارہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ گھر پہنچ چکا تھا، لیکن روشنی گھر پہ نہیں تھی۔ چند بار اس کے موبائل پہ کال کرنے کے بعد وہ صابرہ کی طرف چلا گیا۔ وہ اگر گھر نہیں آئی تو اپنی والدہ کے پاس گئی ہو گی۔ یہ ہی سوچ کر وہ صابرہ کی طرف چلا گیا۔ روشنی وہاں بھی نہیں تھی۔ صابرہ اس کو دیکھ کر کافی پریشان ہو گئی تھیں۔ وہ حیران تھیں کہ آخر ان دونوں کے درمیان ایسا کیا ہوا ہے کہ روشنی اسے بغیر بتائے کہیں چلی گئی ہے۔ بوجھل دل سے وہ وہاں سے نکلا تھا۔ بے مقصد سڑکوں پہ گاڑی دوڑاتے اس نے کئی بار گھر کال کر کے ملازمہ سے روشنی کے بارے میں پوچھا۔

"روشنی بی بی ابھی تک نہیں آئی ہیں۔" ہر بار کا دہرایا یہ جملہ اس کے کانوں سے ٹکرا رہا تھا۔



وہ ہر جگہ اسے تلاش کر چکا تھا۔ سوائے اپنے دفتر کی پچھلی طرف کے جہاں وہ بہت دیر اکیلی بیٹھی رہی تھی اور پھر وہاں سے نکل کر ایک نزدیکی پارک میں آ گئی تھی۔

"تم وقار کو کب سے جانتی ہو؟" چند جملے جو اس کے کانوں تک پہنچے تھے۔ ان سے وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ آئمہ اور وقار ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں۔ وہ شاک کی کیفیت میں تھی۔ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ بہت دیر تک قریبی پارک میں بیٹھے رہنے کے بعد وہ آئمہ کے پاس گئی تھی۔

"ایک سال سے زیادہ ہو چکا ہے۔"

"کیا رشتہ تھا تم دونوں کے درمیان؟"

"کیا یہ تمہیں وقار نے نہیں بتایا کہ اس کا اور میرا کیا رشتہ تھا۔ محبت کرتا تھا وہ مجھ سے، مرتا تھا دل و جان سے مجھ پر، شادی کرنا چاہتا تھا مجھ سے۔"

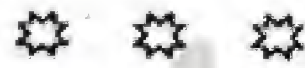
"تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"میں تم سے کیوں جھوٹ بولوں گی آپی؟"

"وقار بہت سی لڑکیوں سے ملتے ہیں اپنے پروفیشن اور دوستانہ طبیعت کی وجہ سے ان کی کافی بے تکلفی ہے لڑکیوں کے ساتھ، ہو سکتا ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔" اسے نتاشا یاد آئی تھی۔

"آپی! تم اگر بے وقوفوں کی جنت میں رہنا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن میں کم سے کم تم سے یہ جھوٹ نہیں بولوں گی کہ ہاں اس کے دوستانہ رویے کی وجہ سے مجھے یہ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ ایک سال میرے پیچھے پھرتا رہا ہے وہ، اپنی بہن سے یہاں تک کہہ چکا تھا کہ اس نے مجھ سے شادی کرلی ہے، کیونکہ وہ اس کی شادی اپنی نند کے ساتھ کروانے میں انٹرسٹڈ تھی۔ میرے اور اس کے درمیان تھوڑی سی مس انڈر اسٹینڈنگ کیا ہو گئی، اس نے تم سے شادی کرلی۔ وہ جانتا تھا میں اسے اپنی بہن کے ساتھ دیکھوں گی تو جیلس ہو جاؤں گی۔ اس سے پیچ اپ کرنے کی کوشش کروں گی۔ میں تو پہلے ہی اس کے ساتھ جھگڑے کے بعد کافی شرمندہ تھی۔ تمہیں اس کے ساتھ دیکھا تو مجھے اس پہ اور بھی ترس آیا۔ اب کہاں تم اور کہاں میں۔ یہ وقار کا اسٹینڈرڈ تو نہیں ہے۔ تم جیسی سیدھی سادی اور معمولی شکل و صورت کی انٹر پاس بیوی اس کے اسٹیٹس سے کہاں میچ کرتی ہے۔ لیکن مجھے تمہارے لیے بھی بہت افسوس ہوتا ہے۔ اسے کم سے کم میری بہن کو ہتھیار نہیں بنانا چاہیے تھا اور اسی بات پہ اس سے جھگڑا کرنے میں آج اس کے

آفس گئی تھی۔"
آئمہ کے انکشاف پہ اس نے ایک گہری سانس لی تھی۔ تو یہ تھی وہ وجہ جو وقار کو بازار میں بکتی ایک لڑکی کو اپنی بیوی بنا کر اپنے گھر لانا تھا' کتنی تحقیر تھی آئمہ کی باتوں میں اس کے لیے' یہ وہی آئمہ تھی جس کے روشن مستقبل کے لیے اس نے اپنی زندگی مختص کر دی تھی۔ جس کی خوشیوں پہ وہ اپنا آپ قربان کر سکتی تھی' آج وہ اسے احساس دلا رہی تھی کہ اس کی بہن معمولی صورت اور کم تعلیم یافتہ ہے۔ لیکن اس نے کچھ غلط تو نہیں کہا تھا۔ آئمہ ان تمام خصوصیات کی مالک تھی جو کسی بھی قابل اور کامیاب شخص کو اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی۔ وہ سچ میں بے وقوفوں کی جنت میں ہی تو رہتی تھی' جو یہ نہیں جان پائی کہ اس کا اور وقار کا کیا مقابلہ۔ وہ زمین تھی اور وقار آسمان' ان دونوں کا ملاپ کیسے ممکن تھا۔ زمین کتنی بھی خوب صورت ہو اس کا آسمان سے کیا مقابلہ۔ آئمہ کی باتوں سے وہ ڈھے گئی تھی۔ بوجھل قدموں سے چلتی وہ وہاں سے نکل گئی۔



"تم اس وقت کہاں ہو' میں تم سے ابھی اور اسی وقت ملنا چاہتا ہوں۔"
فون پہ اسے جگہ بتا کر وہ خود بھی آفس سے نکل گیا تھا۔ اس سے بھی پہلے وہ وہاں موجود تھی۔ ہمیشہ کی طرح متاثر کن' خوب صورت اور مغرور' اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ مسکرائی تھی۔ وہ جانتی تھی وقار اسے ضرور کال کرے گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ حیرت سے مر جاتی۔
اب تک جتنے بھی لڑکوں سے اس نے دوستی کی تھی۔ وہ سب اس کے لیے اتنے ہی بے چین تھے۔ اس کے ایک اشارے پہ کھنچے چلے آتے تھے اور یہ شخص تو اس پہ دل و جان سے فریفتہ تھا۔ اس کے ساتھ گزرا ہوا وقت وہ بھی نہیں بھول سکتی تھی۔ حالانکہ وہ بھی ان ہی بے وقوف مردوں کے قبیلے سے تھا جو لڑکیوں کی خوب صورتی اور ان کی اداؤں کے دیوانے ہوتے ہیں اور اسے مردوں کو بے وقوف بنانا آتا تھا۔ شروع میں وہ اسے ایک اچھا ٹائم پاس لگا تھا اور اسے اس سے شادی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اعظم مسعود بھلے فلرٹ تھا' لیکن اس جیسا اسٹیٹس اور مضبوط بیک گراؤنڈ وقار کے پاس ہرگز نہیں تھا اور پھر اعظم مسعود نے اسے شادی کی پیش کش کی تو وہ وقار سے پیچھا چھڑانے کی ترکیبیں سوچنے لگی' لیکن اس کا یہ کام اتنی آسانی سے ہو جائے گا اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔
وقار نے اسے اعظم کے ساتھ دیکھ لیا تھا اور وہ خود ہی اس کی جان چھوڑ چکا تھا۔ اعظم کے ساتھ وہ بہت خوش تھی اور یہ خوشی قائم بھی رہتی اگر وہ وقار کے ساتھ روشنی کو نہ دیکھتی۔ ہتک سی ہتک محسوس کی تھی اس نے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وقار اسے چھوڑنے کے بعد اس کی معمولی شکل و صورت کی کم تعلیم یافتہ بہن سے شادی کرلے گا۔ تھا کیا اس میں نہ شکل نہ تعلیم' ساری زندگی بسوں کے دھکے کھانے والی چند ہزار روپے کے لیے خود کو ہلکان کرنے والی اس بے وقوف سی روشنی کو وہ وقار کے ساتھ دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ کتنے مان سے وہ اس کا ذکر کر رہی تھی' کس غرور سے وہ اس کے بازو پہ اپنا ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔ وہ منظر دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ اس کے مہنگے کپڑے' قیمتی ڈائمنڈ اور وہ گھر جہاں وہ کسی ملکہ کی طرح بیٹھی تھی۔
حسد اور غصے میں وہ اس گھر سے نکلی تھی۔ جس روشنی کو ساری زندگی اس نے ایثار اور قربانی دیتے دیکھا تھا۔ آئمہ کو خوش کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی۔
روشنی کو پریشان کر کے اسے مزا آتا تھا۔ تسکین ملتی تھی۔ پچاس ہزار کیا حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے لیے وہ کسی سے نہ بھی کہتی تب بھی اس کے پاس اتنے بے شمار قیمتی تحائف موجود تھے جنہیں بیچ کر وہ اپنی فیس ادا کر سکتی تھی' لیکن وہ ایسا کیوں کرتی۔ اسے لوگوں کو آزمانے میں مزا آتا تھا اور اگر روشنی نے اس

کی ذمہ داری اٹھائی تھی تو یہ اس کو پوری کرنی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی روشنی نے پیسوں کا انتظام کہاں سے کیا تھا' لیکن اس کی سوچ کے مطابق اس نے وہ پیسے بجھوا دیے تھے۔ لیکن اب کچھ ایسا ہو گیا تھا جو وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔ وہ کسی صورت روشنی کو وقار کے ساتھ دیکھ نہیں سکتی تھی۔ اچانک اسے وقار میں دلچسپی دوبارہ پیدا ہو گئی تھی اور اب اسے وقار چاہیے تھا۔ وقار کی ناراضی اس کی توقع کے عین مطابق تھی' لیکن وہ جلد اسے منا لے گی' وہ اس سے اتنی محبت کرتا تھا کہ زیادہ دن ناراض نہیں رہ سکتا تھا اور روشنی کو تو جو کچھ وہ بتا چکی تھی اس کے بعد اگر وقار اسے نہ بھی چھوڑتا تو روشنی اسے خود چھوڑ دے گی۔ اس نے بہت سوچ سمجھ کے ساری پلاننگ کی تھی۔

وہ کرسی کھینچ کر اس کے بالکل سامنے بیٹھا بہت غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں جانتی تھی' تم مجھے ضرور کال کرو گے۔" اس نے ایک ادا سے کہا۔

"تم نے ٹھیک سوچا تھا۔ کال تو مجھے کرنی ہی تھی' تم سے ایک ملاقات تو ضروری تھی۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"بس ایک ملاقات' میں تو سمجھی تھی تمہیں مجھ سے بار بار ملنے میں دلچسپی ہے۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"تم نے غلط سوچا۔ آج کے بعد نہ مجھے تم سے ملاقات میں دلچسپی ہے اور نہ ہی تمہاری شکل دیکھنے میں کوئی انٹرسٹ ہے۔ میں نے تمہیں یہاں صرف یہ کہنے کے لیے بلایا ہے کہ اگر تم نے میرے یا روشنی کے درمیان آنے کی کوشش کی تو اپنے انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔ آج جو کچھ ہوا اس سے تم میرے اور روشنی کے درمیان دراڑ نہیں ڈال سکتی ہو۔ لیکن میری تمہیں وارننگ ہے' روشنی کو مجھ سے بدگمان کرنے کی کوشش کرو گی تو میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔" وہ بہت سخت اور ہموار لہجے میں اسے کہہ رہا تھا۔

"تم اس بے وقوف' جذباتی اور معمولی سی لڑکی کے لیے مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دے رہے ہو؟" وہ شاک کے عالم میں تھی۔

"معمولی وہ نہیں' بلکہ معمولی تم ہو۔ جس صورت پہ اتنا غرور ہے تمہیں اس میں تمہارا اپنا کوئی کمال نہیں ہے۔ اس صورت کے پیچھے چھپے اپنے گھناؤنے چہرے کو کبھی میری نظروں سے دیکھو' تمہیں خود سے نفرت ہو جائے گی۔ تم اسی دن میرے دل سے اتر گئی تھیں۔ آئمہ! جس دن تم میری نظروں سے گری تھیں' میں نے زندگی میں اگر کوئی دعا سچے دل سے کی ہے تو وہ یہ ہی تھی کہ مجھے تمہاری شکل کبھی دیکھنی نہ پڑے۔ تم ہو کیا چیز' تم جیسی لڑکیاں کسی عزت دار آدمی کی بیوی تو کیا دوست بننے کے قابل بھی نہیں ہیں۔" وہ بہت تلخی سے کہہ رہا تھا اور آئمہ کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

"کیا کہا تم نے۔ میں تمہاری دوست بننے کے بھی قابل نہیں؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے ایسی بات کرنے کی۔ تم کیا سمجھتے ہو' جس روشنی کی وجہ سے تم مجھے دھتکار رہے ہو' وہ اب تمہارے ساتھ رہے گی۔ سب بتا چکی ہوں میں اسے اپنے اور تمہارے بارے میں' میں جانتی ہوں اسے' وہ بہن ہے میری اور کتنی جذباتی اور بے وقوف ہے' اس کا شاید تمہیں اندازہ بھی نہیں۔ آج جو اسے پتا چلا ہے اس کے بعد وہ خود تمہیں چھوڑ دے گی۔ اسے مجھ سے زیادہ تم پہ اعتبار نہیں ہے۔" وہ غصے سے پاگل ہو رہی تھی' یہ سوچے بغیر کہ ارد گرد کتنے لوگ اسے دیکھ رہے ہیں' وہ ہذیانی کیفیت میں بولے جا رہی تھی۔

"روشنی میرے ساتھ رہے یا نہ رہے' لیکن تم یہ بھول جاؤ کہ میں دوبارہ کبھی تمہیں اپنی زندگی میں شامل کروں گا۔" اپنی بات ختم کر کے وہ کرسی پرے دھکیلتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ غصے میں اپنی انگلیوں کو موڑتی وہ اسے وہاں سے جاتے دیکھتی رہی تھی۔

وقار گھر میں داخل ہوا تو وہ بری طرح ڈسٹرب تھا۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر بے دلی سے ٹائی کی ناٹ

کھولتے اس نے اپنا کوٹ بیڈ پہ پھینکا تھا۔ پچھلا دروازہ کھلا تھا اور وہ سوئمنگ پول کے کنارے گم صم بیٹھی تھی۔ دھیمے قدموں سے چلتا وہ اس کے قریب آیا' لیکن اس نے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ کچھ کہے بغیر وہ اس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔

"تم یہاں بیٹھی ہو اور میں تمہیں کب سے کال کر رہا تھا۔"

"زندگی ایک بار پھر بہت الجھ گئی ہے۔ جتنا سلجھانے کی کوشش کر رہی ہوں' سرا ہاتھ ہی نہیں آتا۔ اس کا لہجہ بہت ٹوٹا ہوا تھا۔ وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھے بغیر بھی جانتا تھا کہ اس کی آواز میں لرزش کا سبب اس کے آنسو ہیں۔

"روشنی! تم مجھ پہ اعتبار کرتی ہو؟"

یہ سوال تھا یا شکایت' وہ جان نہیں پائی تھی۔ اس نے منہ اٹھا کر پہلی بار وقار کی طرف دیکھا۔ وہ اسے بہت تھکا اور بکھرا ہوا لگا تھا۔ کیا یہ شخص ناقابل اعتبار ہو سکتا ہے؟ کیا یہ شخص اس کی بہن سے بدلہ لینے کے لیے اس کا استعمال کر سکتا ہے؟ کیا یہ شخص اس کی بہن کے کہنے پہ اسے چھوڑ سکتا ہے؟ بہت سارے سوال تھے جو اس وقت سانپ کی طرح پھن اٹھائے اس کے دل میں اٹھے تھے اور ان — سب کا صرف ایک جواب تھا۔

"نہیں... یہ دھوکے باز نہیں ہے۔" اس کے ہر لفظ پہ اسے آنکھیں بند کر کے یقین تھا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں روشنی!" اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے تم سے محبت کب اور کیسے ہوئی' میں نہیں جانتا' لیکن میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم ان لوگوں میں سے نہیں' جو آپ کو پہلی نظر میں اپنا بنا لیتے ہیں' بلکہ تم اوس کی طرح قطرہ قطرہ دل میں اترتی ہو۔ جب تم یہاں تھیں' میں ایک بار بھی اس احساس سے نہیں گزرا' اپنے کمرے میں تمہاری موجودگی مجھے پریشان کرتی تھی' مجھے اپنی پرائیویسی میں خلل محسوس ہوتا تھا' لیکن جس دن تم یہاں سے گئیں' میں تمام رات سو نہیں پایا۔ بار بار میری نظر اس خالی صوفے پہ جاتی اور میں الجھ جاتا۔ اس سوئمنگ پول کے کنارے تمہیں بیٹھے دیکھنے کی جیسے عادت سی ہو گئی تھی۔ مجھے یہ خالی جگہ پریشان کرتی۔ چند بار تمہارے ہاتھوں کی بنی کافی کا ذائقہ میں عفت بی کی بنائی کافی میں کھوجتا اور ہر بار مایوسی ہوتی۔ عائشہ آپی کو چاہ کر بھی میں یہ نہیں کہہ پایا کہ تمہیں چھوڑ چکا ہوں' جیسا کہ میں نے پلان کیا تھا' تمہاری ہر چیز اس کمرے میں تمہاری امانت کی طرح رکھی رہی۔ میری الماری میں رکھے تمہارے کپڑوں سے لے کر میری ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑا تمہارا پرفیوم اور کاسمیٹکس بھی میں وہاں سے ہٹا نہیں پایا۔ تمہارے جانے کے بعد میں کئی بار دبئی آیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم وہاں نہیں ہوگی' میں دو بار اس کلب میں گیا۔ میں تمہارا پتا جانتا تھا' چاہتا تو تم سے مل سکتا تھا' لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں یہ لگے کہ میں تم

سے اسپیشلی ملنے آیا ہوں۔ بے مقصد مال میں گھومتے ہوئے کسی سڑک پہ چلتے تم کہیں اچانک میرے سامنے آجاؤ اور میں تمہیں ایک نظر دیکھ سکوں۔ یہ بہت بچکانہ خواہش تھی، لیکن میں اپنی اس خواہش کو پورا کرنا چاہتا تھا اور پھر مجھ پہ یہ انکشاف ہوا کہ میں تمہیں بے پناہ چاہنے لگا ہوں اور تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں تم سے پہلے کسی اور لڑکی کو پسند کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات میں نے تمہیں صرف اس لیے نہیں بتائی، کیونکہ میں تمہیں اس بات سے تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں خود اس دھوکے اور بے عزتی کو بھولنا چاہتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آئمہ تمہاری بہن ہے، لیکن جب مجھے یہ پتا چلا تو میں تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہتا تھا۔ جہاں تک آئمہ سے میری وابستگی کا تعلق ہے میں اسے جھٹلا نہیں سکتا۔ میں نے اس سے سچے دل سے محبت کی تھی۔ لیکن وہ اسی دن میرے دل میں اپنا مقام کھو چکی تھی، جب میں نے اسے اعظم مسعود کے ساتھ دیکھا تھا۔ تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرتے وقت وہ نہ میری زندگی میں تھی اور نہ میرے دل میں۔"

"آئمہ کہتی ہے میں آپ کے قابل نہیں ہوں۔ میں خوب صورت نہیں ہوں اور نہ ہی آپ کی طرح اعلا تعلیم یافتہ، میں کسی بھی طرح آپ کے معیار پہ پوری نہیں اترتی۔"

"وہ غلط کہتی ہے۔ تم اس دنیا کی سب سے خوب صورت لڑکی ہو کیونکہ تمہارا دل صاف ہے۔ اس میں دنیا کا سب سے حسین جذبہ 'محبت' بھرا ہوا ہے۔ تم ہر طرح سے وقار حسن کی بیوی بننے کے لائق ہو۔ تم میں وہ تمام خصوصیات ہیں جو کوئی بھی شخص اپنی بیوی میں دیکھنا چاہتا ہے اور یہ صرف میں نہیں کہتا، یہ عائشہ آپی بھی کہتی ہیں۔ تم سے چند دن کی ملاقات میں وہ تمہیں مجھ سے زیادہ پیار کرنے لگیں، ان کے بچے تمہارے فین ہو گئے۔ خود کو آئمہ کی نہیں میری نظروں سے دیکھو روشنی! پھر تمہیں پتا چلے گا تم کیا ہو۔ خود کو اس احساس کمتری سے نکالو کہ تم آئمہ سے کسی طور کم ہو، بلکہ آئمہ کا تم سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ وہ جھوٹ اور دھوکے کا پلندہ ہے۔ اس کا ہر لفظ جھوٹ ہے، اس کی ہر ادا فریب، میں آئمہ سے نہیں تم سے محبت کرتا ہوں روشنی۔"

"میں بھی آپ سے محبت کرتی ہوں وقار!" اس کے کندھے پہ سر ٹکائے وہ کہہ رہی تھی۔ وقار نے نرمی سے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا تھا۔



آدھی رات کو اس کا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا فون اٹھا کر اس نے ادھ کھلی آنکھوں سے جلتی بجھتی اسکرین کو دیکھا۔ صابرہ کی کال آرہی تھی۔

"امی اس وقت کیوں فون کر رہی ہیں۔" اس نے جلدی سے کال ریسیو کی۔ وقار نے پاس پڑا لیمپ آن کیا۔ اس بے وقت کی کال سے وہ بھی جاگ گیا تھا۔

"ہیلو امی...!" روشنی نے کہا۔ دوسری طرف صابرہ بے تحاشا رو رہی تھیں۔

"امی! آپ رو کیوں رہی ہیں؟ سب خیریت تو ہے؟" وہ پریشانی اور خوف کی ملی جلی کیفیت میں ان سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے روشنی! تم جلدی سے آجاؤ۔" وہ روتے ہوئے اسے بتا رہی تھیں۔

"لیکن ہوا کیا ہے امی، آئمہ تو ٹھیک ہے نا؟"

"اعظم مسعود نے آئمہ کے چہرے پر تیزاب پھینک دیا ہے۔" اسے لگا صابرہ اپنے حواس میں نہیں ہے۔

وہ دونوں ان کی کال آنے کے تھوڑی دیر بعد ہی ان کے پاس آگئے تھے۔ وہ روتے ہوئے انہیں بتا رہی تھی کہ وہ آئمہ کو کئی دن سے ملنے کے لیے بلا رہا تھا۔ آئمہ اس سے بات کرتے کو بھی تیار نہیں تھی۔ ایک ہی

دھن سوار تھی' اس کے سر پہ کہ اسے صرف وقار سے شادی کرنی ہے۔ جس دن سے اس نے وقار کو تمہارے ساتھ دیکھا تھا' وہ غصے سے پاگل ہوگئی تھی۔ میں نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وقار تمہارا نہیں روشنی کا نصیب ہے۔ اپنی بہن کا گھر مت برباد کرو' لیکن اس پہ تو جیسے جنون سوار تھا۔ حسد اور غرور اس پر حاوی ہوگیا تھا۔ وقار کو چھوڑنے کے بعد اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ اعظم مسعود سے اس کا بہت جھگڑا ہوا تھا۔ شدید غصے کے عالم میں وہ یہاں آیا تھا اور پھر آئمہ کے یہ کہنے پہ کہ وہ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی ہے' وہ غصے اور جنون میں آگیا تھا۔"

اس واقعہ کے بعد اعظم مسعود فرار ہوچکا تھا۔ آئمہ کی حالت تشویش ناک تھی۔ وہ ہسپتال میں تھی' بچ گئی تھی' لیکن اس کا چہرہ بری طرح مسخ ہوچکا تھا۔ صابرہ کے گھر کہرام برپا تھا۔ جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ روشنی' صابرہ کو سنبھال رہی تھی' لیکن وہ تو جیسے ڈھے گئی تھیں۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ میں اس کی اچھی تربیت نہیں کرپائی۔ اس کی ضد کے آگے ہار مان گئی' اس کے دکھائے سبز باغ کے لالچ میں آکر میں نے اسے کھلی چھوٹ دے دی۔ وہ کیا کررہی ہے۔ کس کس سے ملتی ہے' میں سب جانتی تھی' لیکن خاموش رہی۔ وہ پہلی سیڑھی پہ پاؤں رکھے بغیر آخری سیڑھی پہ پہنچ جانا چاہتی تھی اور میں اسے یہ نہیں بتا پائی کہ آخری سیڑھی سے گرنے والوں کو چوٹ بھی زیادہ لگتی ہے۔ سب میرا قصور ہے' اپنی ایک بیٹی کو تو میں نے محنت کی بھٹی میں جھونک دیا اور دوسری کے لیے اپنا معیار بدل دیا۔"

وہ اپنے بال نوچ رہی تھیں۔ "سب میری غلطی ہے۔ میں نے اسے امیر اور آزاد خیال لڑکیوں سے دوستی کرنے سے روکا نہیں۔" وہ یہ باتیں پچھلے تین دن میں دسیوں بار دہرا چکی تھیں۔ روشنی تین دن سے ان کے پاس تھی۔ ان تین دنوں میں اس پر وہ سب انکشاف ہوئے تھے جن سے پچھلے ڈھائی سال سے وہ بے خبر تھی۔ اسے صابرہ سے شکایت تھی' لیکن وہ اس کی ماں تھیں اور غم سے نڈھال تھیں۔ وہ ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ وہ ان کے ساتھ اس دکھ میں شریک تھی۔

"خود کو سنبھالیں امی! جو ہوگیا اس پہ افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ کچھ باتیں اپنے وقت پر نہ ہوں تو محض پچھتاوا رہ جاتا ہے۔ غلط رستوں پہ چلنے کا انجام صحیح کیسے ہوسکتا ہے۔" وہ صابرہ سے کہے بغیر نہیں رہ پائی تھی۔

"آئمہ کو معاف کردینا روشنی!" صابرہ کے لفظ اس کے دل میں نشتر کی طرح چبھے تھے۔ وہ اب بھی اسی کی حمایت کررہی تھیں۔ لیکن وہ آئمہ کو کیسے معاف کردے' جس نے اسے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ اپنا انجام بھگت چکی تھی' لیکن اس کا دل شاید اتنا بڑا نہیں تھا کہ وہ اسے معاف کرپائے۔ کچھ وقت لگے گا اسے بھولنے میں کہ اس کی سگی بہن نے اس کے ساتھ کتنا برا کرنے کی کوشش کی۔

وقار! آج اسے لینے آیا تھا۔ پچھلے دنوں وقار نے اس کا بہت ساتھ دیا تھا۔ ایف آئی آر درج ہونے کے بعد پولیس ابھی تک اعظم مسعود کو ڈھونڈ نہیں پائی تھی اور یہ وقار تھا جس کی بدولت وہ دونوں ماں' بیٹی پولیس کے چبھتے ہوئے سوالات سے بچ پائی تھیں۔ ہسپتال میں آئمہ کا بہترین علاج بھی اسی کی بدولت ہو رہا تھا اور وہ یہ سب روشنی کی وجہ سے کررہا تھا۔

"چلیں روشنی!" وقار دروازے پہ اس کا انتظار کررہا تھا۔ اسے اپنے گھر واپس جانا تھا' وہ گھر جس کی بنیاد اس نے خلوص اور محبت سے رکھی تھی۔

